درس حدیث

محمد اظہر مدنی

شکر کی اہمیت وفضیلت

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أخذ بیدہ ، وقال : ”یامعاذ، واللہ انی لأحبک ،واللہ انی لأحبک“فقال: أوصیک یامعاذ لاتدعن فی دبر کل صلاۃ تقول :اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک . (رواہ أبوداؤد-۱۵۲۲،صححہ الألبانی فی صحیح أبی داؤد-۱۰۲۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد (یہ دعا پڑھنا) نہ چھوڑنا، ”**اللھم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک**“ اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر اور بہترین عبادت پر۔

تشریح : اللہ رب العزت والجلال کے عطا کردہ انعامات واحسانات کا دل کی گہرائی اور زبان نیز اعضاء وجوارح سے اعتراف کا نام شکر ہے۔شکرگزاری بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات ہے۔اللہ جل شانہ نے اپنے شکر گزار بندوں کے لئے بہت ساری بشارتیں سنائی ہیں۔اوران کو اس شکرگزاری پر بہترین بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوقات پر فوقیت عطاء فرمائی۔بہترین ڈھانچے میں پیدا فرمایا:”**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**“اور بے شمار انعامات واحسانات سے نوازا،دنیا میں عیش وعشرت کے تمام سامان مہیا فرمایا،اعضاء وجوارح،آنکھ،ناک،کان،منھ،ہاتھ پیر بنائے اور آخرت میں جنت کی بشارت سنائی۔ان تمام نعمتوں پر بنو آدم کو اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اس شکرگزاری وفرمابرداری کے بدلے اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے شکر گزار تھے۔ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی عبادتوں کے بے پناہ اہتمام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہیں پھر اتنی محنت کیوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:**افلا اکون عبدا شکورا** ،کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے،**رب اجعلنی لک شکارا لک ذکارا**،اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نہایت ہی شکرگزار اور ذکر کرنے والا بندہ بنا۔

شکرگزاری کی قرآن کریم میں بڑی تاکید آئی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ‘(سورہ ابراہیم:۷) اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کردیا کہ اگر تم شکرگزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ناشکری کرنا کفران نعمت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے، بلکہ ناشکروں کے لئے سخت وعید سنائی ہے،جبکہ شکرگزاری سے انسانوں کا ہی فائدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورۃ البقرۃ:۱۵۲)اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا،میری شکرگزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عنایتوں کی نوید اور ناشکری پر وعید شدید ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (سورۃ ابراہیم:۷)اسی طرح سے اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر اپنے انعامات واحسانات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے”**لعلکم تشکرون**“تاکہ تم شکرگزاری کرو۔اس کے علاوہ کتنی ساری ایسی آیتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خوردونوش کی اشیاء کا نام لیکر کہا کہ اس پر میرا شکر بجالاؤ”فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (سورۃ النحل:۱۱۴)جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ طیب چیزوں کو چھوڑ کر خبیث چیزوں کا استعمال اسی طرح حلال چھوڑ کر حرام کا استعمال کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری میں شامل ہے۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے بڑی قیمتی بات بتائی ہے۔مؤمن ہمیشہ فائدہ میں ہوتا ہے اور یہی شکر کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔مسند احمد کی روایت ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔اچانک ہنسنے لگے اور فرمایا: **ألا تسألونی مم أضحک** ؟تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے،اسکا ہر کام اس کے لئے خیر کا باعث ہے۔اگر اسے کوئی چیز نصیب ہو جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے(اور بعض روایت میں ہے شکریہ ادا کرتا ہے)اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچانے والی چیز پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس طرح اسکا صبر کرنا اس کے لئے باعث خیر بن جاتا ہے۔اور یہ خوش نصیبی سوائے مومن کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔مذکورہ تمام نصوص سے شکر کی اہمیت وفضیلت اظہر من الشّمس ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ الٰہی اپنا شاکر وصابر بندہ بنائے اور حشر نشر بھی انہی کے ساتھ فرمائے۔آمین ☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی   مولانا طٰہٰ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲

اداریہ ۳

لا الہ الا اللہ کی فضیلت ۶

خطیب جمعہ کا عصا/ چھڑی لے کر خطبہ دینا ۸

نحوست وبدشگونی اور عقیدہ توحید ۱۱

فتنوں سے نجات کے ذرائع ۱۴

عصر حاضر میں دہشت گردی کی خطرناکی ۱۸

مسجد (نظم) ۲۰

طلب علم کے آداب ۲۱

اسلام اور تعلیم نسواں ۲۶

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۸

اردو ادب پر وہابی تحریک کے اثرات ۲۹

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے ۳۱

اشتہار اہل حدیث منزل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ـــــــــ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ـــــــــ ۷/روپے

پاکستان ـــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

خیر امت خیر خواہ امم

کیا یہ سچ، صحیح اور حق نہیں ہے کہ انسان بحیثیت مسلمان تمام انسانوں کا ہمدرد، بہی خواہ اور معین ومددگار رہے۔ معروف اور خیر کی باتوں اور نفع اور فائدہ کے کاموں کو اپنے ابناء جنس بنی نوع انسان اور حیوان بلکہ ساری مخلوقات کے لیے نچھاور کرنے کا مکلّف ہے۔ اللہ جل شانہ نے اسے کرامت وشرافت عطا فرما کر اس تشریف کو تکلیف سے مشروط وملزوم کر رکھا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ”اذا فات الشرط فات المشروط “۔ جب انسان مکلّف نہ ہوگا تو شرافت بھی اس سے چھین لی جائے گی۔ پھر اس کو عام انسانوں پر کسی طرح کی فضیلت وسربلندی حاصل نہ ہوگی، بلکہ اس کے اس شرف سے راہ فرار اختیار کرنے، ذمہ داریوں سے بھاگنے اور اسے نہ سرانجام دینے کی وجہ سے اسفل السافلین اور درک اسفل میں پہنچا دیا جائے گا۔

گرچہ سب مخلوق میں انسان بہتر ہے مگر
حق سے روگرداں ہوا تو سب سے بدتر ہوگیا

اگر لوگوں کے مابین ”امر بالمعروف و نھی عن المنکر “یعنی معروف کا حکم دینے اور خیرات کو تقسیم کرنے اور ان کو مکروھات ومنہیات سے روکنے اور بچانے کا فریضہ ادا نہ کیا اور اس کا مکلّف نہ رہا جو اس کی عظیم ڈیوٹی اور کارکردگی بلکہ کارنامہ تھا اس سے دور رہا تو ”کنتم خیر امۃ “ کے خطاب شرافت وکرامت سے بھی دور ومہجور کر دیا جائے گا۔ لہٰذا حضرت انسان کا فرض ہے کہ وہ جس شرف انسانیت سے مشرف ومکرم کیا گیا ہے اسے بجالائے اور اس کا بہتر اور مطلوب ومرغوب طریقہ الٰہی، مسلمان اور سب کے لیے نفع بخش ہونا ہے۔ خواہ وہ امت دعوت ہو یا امت استجابت۔ اسی میں انسان کا کمال ہے اور اسی میں اس کا سارا اجلال وجمال بھی پوشیدہ ہے۔ بلفظ دیگر اس کی معراج و سربلندی اور سرفرازی وفلاح یابی کا سدرۃ المنتہیٰ اس کی عبدیت وغلامی اور غایت تذلل وانکساری اور تواضع وفرماں برداری میں مضمر ہے۔ اس کے بعد ہی دیگر خلعت فاخرہ اور تیجان رافعہ وراقیہ سے نوازا جاتا ہے بلکہ سب سے بڑے

منصب ومقام، عظمت نشان اور مراتب ومنازل پر فائز کردیا جاتا ہے جس کے بعد کوئی اور درجہ فضیلت ومزیت اور درجہ ومنزلت کسی بھی مخلوق کو عطا نہیں کیا جاسکتا اور وہ رتبہ بلند ملا اعلیٰ میں بھی اللہ جل شانہ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔تم جانتے ہو وہ ناممکن الحصول درجۂ برتر وبالا، جاہ وحشمت، جلال وجمال اور اعلیٰ منصب ومقام نبوت ورسالت ہے جو عبدیت کاملہ کے بعد ہی نچھاور کیا جاتا ہے اور جسے کلمہ شہادت میں بار بار دہرایا جاتا ہے کہ ''**واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ**''. اس مقام ارفع واعلیٰ پر بندہ بندگی کرتے ہوئے ہی فائز ہوتا ہے۔ پھر اسے ''**رسولہ**'' کی نسبت اور رفعت وخلعت سے نواز دیا جاتا ہے اور اسے بجا طور پر مخاطب کیا جاسکتا ہے کہ۔**ورفعنا لک ذکرک** (الم نشرح:۴)''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کردیا۔''

الم تر ان اللہ اعطاک سورۃ
تری کل ملک دونہا یتذبذب

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ جل شانہ نے تمہیں کس مقام بلند وبالا پر فائز کیا ہے۔دنیا جہان کے جتنے بھی ملوک وشاہان عالی شان ہیں، وہ بہت نچلی سطح پر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ گئے ہیں۔

رفعت وبلندی، شان وشوکت، عظمت وجلال، فضل وکمال، شرف ومنزلت ،منصب ومنقبت، مآثر ومرتبت، مکارم ومدحت اور احمدیت ومحمدیت جتنے مدارج ومنازل عالیہ ورفیعہ ہوسکتے ہیں وہ سب اس نبوت ورسالت کے مل جانے سے ہی درجہ کمال کو پہنچتے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ یہ رتبہ بلند ہر مدعی فضل وکمال کو نہیں ملتا، نہ ہر عابد ومطیع کو، بلکہ اس بندگی کے اعلیٰ مرتبہ عبد اور عبدیت کاملہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔جسمانی وروحانی، قلبی وفکری، عملی واعتقادی، ارادی وغیر ارادی اور شعوری ولاشعوری طور پر خوشی وغمی، عسر ویسر، فرحت وانبساط، غم وانقباض، صدمہ وانبساط وغیرہ ہر حال میں بس اللہ کا عبد کامل ومطیع صادق بنے رہنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔انتہائی یاس وقنوط اور عاجزی وضعف اور بے بسی اور مظلومیت کی حالت میں بھی اپنی غلامی کے بجالانے اور رسالت کا حق ادا کرنے کی اتنی فکر دامن گیر ہے کہ جلال رب العزت والجلال ملک الاخشبین والجبال (پہاڑ پر متعین فرشتہ) کی شکل میں ظالموں کو پیس کر رکھ دینے کے لیے آمادہ ہے مگر رحمۃ للعالمین کی رحمۃ للعالمینی کہئے یا فریضۂ رسالت کی عملی تکمیل وتبلیغ کی فکر اور احساس ذمہ داری کہئے کہ وہ صاف صاف کہہ دیتا ہے اور دست بدعا ہوجاتا ہے کہ ''**اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**''۔ساتھ ہی اس مشن کو جاری رکھنے کے لیے ان ظالموں کو لازما باقی رکھنے کے لیے ان سے مایوسی ہاتھ لگنے اور ان کے ایمان نہ مقدر ہونے اور ہٹ دھرمی وضد پر قائم رہنے کے باوجود ان کی پشت سے پیدا ہونے والی نسل کے ایمان کی امید پر دعا کی جاتی ہے کہ ''**بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئا**''۔بایں ہمہ جسم کے ہر حصے میں کاری زخموں سے اٹھنے اور پیدا ہونے والے درد والم پر کوئی کلام یا کسی طرح کے احساس وافسوس کے بجائے ایک ہی غم ستا رہا ہے اور وہ ہے امت کی ہدایت کا غم، بہر طور اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کا غم اور ظالموں اور لوگوں کی نسلہا نسل کی فلاح ونجات کا غم۔ یہ ھم وغم اتنا شدید ہے کہ جسم سے اٹھنے والے درد والم اور بے مرہم وبے مداوا زخموں کا بھی ادنی احساس نہیں رہتا۔جس کا نقشہ قرآن کریم نے یوں کھینچا ہے:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا (الکھف:۶)''پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے۔''

اور اس ھم وغم اور انسانیت کی فلاح ونجات کی حرص کا عالم یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی اور محشر میں بھی امتی امتی کا وظیفہ ان کے ورد زبان ہوگا۔یہ ہم وغم اور فکر واحساس صرف طائف کے ظالموں اور دعوت خیر کو ٹھکرانے والوں کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ یہ ہر مرحلہ دعوت اور تمام اوقات وحالات میں یہی فکر دامن گیر ہے اور یہی احساس ذمہ داری اور ہمدردی وبہی خواہی ہر لمحے سوہان روح بنا ہوا ہے اور دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے۔اور اس بے نفسی پر ساری ہی بے نفسی، قربانی وایثار اور فدائیت وفنائیت ختم ہوجائے تو کم ہے، مگر قربان جائیے کہ اس کے باوجود یہ آہ وزاری، التجا ودعا کی جارہی ہے کہ ''**ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین**'' میرے رب اے میرے معبود برحق فریاد تیرے دربار میں ہی لے کر آیا ہوں، حزن وغم والم کی داستان خونچکاں اور روداد غم تیرے علاوہ کون ہے سننے والا۔لوگوں میں اپنی تمام تر امانت ودیانت اور صداقت وشرافت

بدعوائے قوم کہ تم ہی صادق وامین ہو کے باوجود اس صدق وامانت کے فقدان اور قحطان (قحط) کے زمانہ میں بھی ہلکا پڑ رہا ہوں۔ لوگ مجھے اور میری دعوت کو اہانت سے ٹھکرا رہے ہیں۔'' اللھم انی اشکو الیک ضعف قوتی وقلة حیلتی وھوانی علی الناس ''اے اللہ میں تجھ ہی سے اپنی ناتوانی وبے بسی اور لوگوں میں بے وقعتی کا شکوہ کرتا ہوں۔

آہ! اس احساس ذمہ داری اور عبدیت کا ایک ادنیٰ سا حصہ بھی داعیان اسلام عالم کو مل جائے تو سارے دعاۃ ومبلغین واعظین ومرشدین اور موجھین ومجاہدین، پروانہ نجات ہی حاصل نہ کریں بلکہ دنیا وآخرت میں کامیابی کی ضمانت حاصل کرلیں اور دنیا بھی اپنی تمام تر گمراہیوں اور جہالتوں کے باوجود رشد وہدایت سے شادکام ہوجائے۔

اور یقین جانئے یہ کام خالص اللہ جل شانہ کا ہے اور اس کے بندوں کے لیے ہے جن کو وہ ان کے عظیم گناہوں، گستاخیوں اور بدزبانیوں کے باوجود یہی نہیں کہ معاف کرتا رہتا ہے اور درگذر اور چشم پوشی وستر پوشی کرتا ہے اور ڈھیل اور مہلت دیتا ہے بلکہ تمام مصلحین ومبلغین اور دعاۃ وعلماء کو اس کار عظیم میں لگے رہنے، رات دن ایک کرنے اور اسی راہ میں جان ومال اور اولاد واحباب نچھاور کرنے کا حکم دیتا ہے اور حقیقت میں انبیاء کے وارثین علماء ومصلحین کا یہی وظیفہ وورثہ ہے۔ اے کاش کہ ہم اپنے آپ کو دھوکہ کی اس ٹٹی سے باہر نکالتے۔ دعوت دین کا جو بھرم ہم دعاۃ نے پال رکھا ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کا جو طریقہ ہم نے اپنایا ہے اس کا اپنے نبی ﷺ کے اسوہ کی روشنی میں محاسبہ کرتے تو پھر دیکھتے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری پیاسی دنیا جو ہماری حالت زار دیکھ کر نفرت کرتی ہے اور ہم سے دور بھاگتی ہے، اس چشمۂ صافی کی طرف دوڑ پڑتی جس کے ہم مدعی اور حامل ہیں مگر ہمیں پتہ نہیں کہ ہم نے اپنے اخلاص کے فقدان وکمی، احساس کے زیاں، ایمان کے نقصان اور اخلاق کے ضیاع کی وجہ سے اسے مکدر اور گدلا کردیا ہے۔ دنیا چاہ کر بھی اس چشمہ صافی تک نہیں پہنچ پاتی جس کے صرف اور صرف ہم مدعیان دعوت وارشاد ذمہ دار ہیں۔ الا مــن رحم ربی وقلیل ما ھم . سچ ہے:

تیری صورت دیکھ کر دنیا نے پہچانی نہیں

آیئے ہم انسانیت اور امت، خویش واقارب، اجنبی وانیس، فرد وجماعت، ملک وملت اور ساری مخلوق کی بھلائی کے لیے اس اسوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلق رسول ﷺ کو اپنائیں۔

جب آپ ﷺ صاحب خلق عظیم اور رحمت للعالمین بن کر سید ولد آدم ،سید الخلق ،افضل الخلائق ،امام الاولین والآخرین اور امام الانبیاء اور اس اسوہ وعبدیت اور اطاعت وبندگی کے ذریعہ ہی خیر الامم بنے تو ہم بھی اسی اسوہ وعبدیت اور اطاعت وبندگی کے ذریعہ خیر الامم بن سکتے ہیں۔''خیر الناس من ینـفع الناس'' کا نسخۂ کیمیا بھی ہمارے نبی پاک نے ساری انسانیت کے لئے رحمت ورافت اور نفع بخش بن کر عطا فرمایا تھا۔ ہم نے وہ دعوائے طویل وعریض تو ضرور یاد رکھا مگر اس کی دلیل وعلامت کو بالکل فراموش کردیا۔ کنتم خیر امة کی طرح انتم الاعلون ضرور یاد رہا مگر ان کنتم مومنین کی شرط یاد نہ رہی۔ الحق یعلو ولا یعلی علیه تو یاد رہا مگر حق پر قائم رہنے کے شدید تقاضے کا احساس بھی نہیں رہا۔

کامل اخلاص، رب کی رضا، خلق کی بہی خواہی وخیر خواہی اور دوسروں کی بھلائی کے لیے وقف ہوجائیں۔ حظوظ نفس، نفس امارہ، کبر وحسد، کینہ وکپٹ، فخر وغرور، عصبیت وحزبیت، لعن وطعن، جذبۂ انتقام اور ہر طرح کے برے افعال اور قبیح اخلاق اور بے جا حساسیت سے دور ہوکر سب سے پہلے اپنی اور اپنی اولاد کی دنیا بنائیں اور آخرت کو سنواریں کہ کل کوئی بھی کام نہیں آنے والا۔ دوم یہ کہ ہم جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے بچ کر فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں، وہ ہر ہر فرد بشر اور ساری مخلوق کے لیے پسند کریں اور تن، من دھن سے اس مشن میں لگ جائیں اور فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ والی کیفیت طاری کریں۔ یقیناً ہم اگر نیتوں میں اخلاص کی جوت جگانے کے لیے کوشاں ہوجائیں اور بفحوائے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' اپنے دل ودماغ اور مال ومنال سے سعی وجہد صرف کرنے لگیں، اعضاء وجوارح کو اس کا خوگر بنانے میں لگ جائیں، جسم وجان اسی میں گھلاتے رہنے کی عادت ڈال لیں اور من مانی زندگی چھوڑ کر رب مانی اور رب چاہی زندگی گذارنے لگ جائیں تو رحمت وتوفیق الٰہی تو ہر وقت مائل بہ کرم ہے۔

☆☆☆

لا الہ الا اللہ - فضیلت وفوائد

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

یہ کلمہ طیبہ ہے جس میں مذکور عقیدہ توحید کے لیے یہ کائنات سجائی گئی، جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اور افضل ترین مخلوقات نے دی اور جس کی دعوت تمام انبیائے کرام نے دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد وثنا ہے، دنیا وآخرت میں خوشحالی اور کامیابی کا راز اور اس کی پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر و قیمتی بلکہ عظیم ترین نعمت ہے۔

اس کی عظمت یہ ہے کہ اس کلمہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ارشاد نبوی ہے "ما قال عبد لا اله الا الله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتى تفضي الى العرش ما اجتنب الكبائر " (ترمذی:3590)" کوئی بندہ جب اخلاص اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور اللہ سے براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے"۔

یہ جہنم سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو یہ کہتے سنا اشهد ان لا اله الا الله تو آپ نے فرمایا "خرجت من النار" "تو جہنم سے آزاد ہو گیا" راوی حدیث انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا تو وہ موذن بکریوں کا چرواہا تھا"۔ (مسلم:382)

اس کلمہ کو جو شخص اخلاص سے کہے گا، اسے قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی۔ فرمان نبوی ہے أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال: لا اله الا الله خالصا من قلبه أو نفسه "قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے والوں میں سب سے خوش نصیب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل کے ساتھ لا اله الا الله کہا"۔ (بخاری، کتاب العلم)

اس کو پڑھنے والے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو شخص وضو کرنے کے بعد کہے: أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس سے چاہے اس میں داخل ہو جائے" (مسلم:234)

کلمہ لا اله الا الله میں تمام معبودان باطلہ کی نفی اور صرف اللہ کی الوہیت کا اثبات ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ معبود برحق اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے، وہی ہماری عبادتوں کا تنہا مستحق ہے اور اس کے علاوہ دیگر معبودات باطل ہیں، ان کی عبادت بھی باطل ہے، وہ سچے الہ نہیں، ہماری عبادتوں کے مستحق نہیں ہیں۔ اس کی تائید اس آیت قرآنی سے ہوتی ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (الحج:62) "اور یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور اللہ کے سوا جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی برتر اور بڑا ہے"۔

اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہم اس کی ربوبیت کو تسلیم کرتے ہوئے کہیں کہ اللہ ہمارا خالق ورازق ہے۔ اگر اس کا یہی معنی ہے تو مشرکین مکہ بھی موحد بن جائیں گے، ابو لہب اور ابوجہل بھی جنت میں چلے جائیں گے کیونکہ وہ بھی اللہ کو پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا مانتے تھے قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (یونس:31) "آپ پوچھیے کہ تمہیں آسمان و زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو"۔ اس کے ساتھ وہ صدقہ بھی کرتے تھے، حج وعمرہ بھی کرتے تھے اور اللہ کے خوف سے بہت سی حرام چیزوں کو بھی چھوڑ دیتے تھے، ان سب کے باوجود وہ مسلمان نہیں کہلائے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال کرنے، مالی خسارے کو برداشت کرنے اور اپنی عورتوں کو لونڈی بنا دینے کو گوارہ کر لیا لیکن زبان سے لا اله الا الله کہنا اور اللہ کی تنہا الوہیت وعبودیت کی گواہی دینا گوارہ نہیں کیا اس لیے کہ وہ اس کے صحیح مفہوم سے بخوبی واقف تھے۔

الوہیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کو پکارا جائے، اسی سے فریاد اور اسی سے امید رکھی جائے، اس کے علاوہ سے نہ مدد مانگی جائے اور نہ اس کے نام پر قربانی کی جائے اور نہ نذر مانی جائے۔ یہ غیر اللہ خواہ مقرب فرشتے ہوں یا نبی مرسل، اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، جبریلؑ ہوں، عیسیٰؑ بن مریم ہوں یا دوسرے اولیاء وصالحین ہوں، سب کی الوہیت کی نفی کی ہے اور اپنے علاوہ نیک بندوں کو پکارنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

آج بہت سارے مسلمان زبان سے تو اس کلمہ کو ادا کرتے ہیں مگر اس کے معانی وشروط سے ناواقف ہوتے ہیں اور اس کے تقاضے کو ادا نہیں کرتے اس لیے ان کی زندگیوں میں اس کلمہ کے اثرات وبرکات دکھائی نہیں دیتے۔ لا الہ کا تقاضا یہ ہے

کہ تمام باطل معبودوں، شریکوں، طاغوتوں اور جن کو اللہ کے علاوہ رب کی حیثیت دے رکھی، ان کی نفی کی جائے۔ اُن تمام کا انکار کیا جائے، جن کو مشکل کشا، دستگیر، غوث، نفع ونقصان کا مالک مانتے ہیں۔

اور لا الٰہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں قُلْ اِنِّیۡۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَاللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر:11)" اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی بندگی اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتا رہوں"۔

اسی سے مانگیں وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیۡۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (مؤمن:60)"اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے، تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلّت ورسوائی کے ساتھ جہنّم میں داخل ہوں گے"۔

اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (انبیاء:66-67)" اُس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا تو کیا تم لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے اور نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو؟"۔

ہم صرف اسی کی تعظیم کریں اور اسی سے محبت کریں مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ (حج:74)" انہوں نے اللہ کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا، بڑی عزت والا ہے"۔

اور ہم صرف اسی سے ڈریں اور اسی سے امید رکھیں فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (توبۃ:13)" اگر تم مومن ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو"۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (اسراء:56-57)" آپ کہہ دیجئے کہ تم ان کو پکارو جنہیں اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی اسے بدل ڈالنے کی۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس کے زیادہ قریب ہو جائے اور اس کی رحمت کی اُمید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرا جاتا ہے"۔

عبادات، معاملات، تحلیل وتحریم میں اسی کے قانون کو قبول کریں اور اس کے ماسوا کی تشریع وقانون کا انکار کردیں اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ:21)" کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے"۔

جب کلمہ طیبہ کو صدق دل، اخلاص وعلم کے ساتھ کہا جائے اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا جائے تو انسانی زندگی پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے مسلمانوں کو قوت وشوکت، استخلاف فی الارض اور دشمنوں پر غلبہ وتمکنت حاصل ہوتی ہے اور اس کے دین کا پرچم بلند ہوتا ہے۔ مسلم معاشرے میں امن وسکون اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اور وہ معاشرہ اخوت وبھائی چارہ کا گہوارہ بن جاتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:55)" تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو بنایا تھا، اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے اسے ثابت وراسخ کر دے گا، اور ان کے خوف وہراس کو امن سے بدل دے گا، وہ لوگ صرف میری عبادت کریں گے، کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے، اور جو لوگ اس کے بعد کفر کی راہ اختیار کریں گے، وہی لوگ فاسق ہوں گے"۔

جیسا کہ عرب کے حالات شاہد ہیں کہ اس کلمہ کو اپنانے سے پہلے وہ باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اُن کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ مختلف سماجی، معاشرتی اور اقتصادی برائیوں میں مبتلا تھے جس کی صحیح تعبیر کے لیے مورخ کا قلم رک جاتا ہے، لیکن جب انہوں نے اس کلمہ کو گلے لگایا تو باہم محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کی جان ومال، عزت وآبرو کے نگہبان بن گئے، وہ جہاں گئے عزت ملی، اقتدار ملا، اُن کے دین کا پرچم بلند ہوا اور اُن کی زندگی میں امن وامان کی باد بہاری چلی۔

اللہ اپنے ان بندوں کو جو شرک سے بیزار اور توحید سے سرشار ہیں، دنیا وآخرت میں رفعت وبلندی، عزت وشان، تحفظ واحترام عطا کرتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ غیر کو شریک بناتا ہے، اسے ہلاک وبرباد، ذلیل وخوار، راہ حق سے دور اور بے نام ونشان کر دیتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے شرک کی اس مثال پر غور کریں جیسے رب العالمین نے بیان فرمایا ہے "حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (حج:31)" دراں حالیکہ تم لوگ اللہ کے موحد بن کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا ہے تو چڑیا اسے فضا میں ہی اُچک لیتی ہیں یا تیز ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے"۔

☆☆☆

خطیب جمعہ کا عصا/چھڑی لے کر خطبہ دینا

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی

مسجد نبوی میں ابتداء میں منبر نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خرمے کے تنے کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ؐ کے حکم سے لکڑی کا منبر بنایا گیا، آپ نے اس پر کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا، تو دفعتاً اس ستون سے رونے کی آواز آنے لگی، یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر ستون کے پاس آئے اور اس کی تسکین کے لئے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا، اور اس کو سینہ سے لگایا، تو اس ستون کے رونے کی آواز بند ہوگئی، یہ واقعہ کتب احادیث وسیر میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہ اسانید صحیحہ مروی ہے۔

یہ منبر کس سنہ میں بنایا گیا، اور کس نے بنایا، اس بارے میں روایات مختلف ہیں، صحیحین وغیرہ میں مروی حدیث افک سے ثابت ہوتا ہے کہ منبر رسول سنہ ۵ یا سنہ ۶ ھ میں یا اس سے پہلے بنایا جاچکا تھا، کیونکہ اس متفق علیہ معروف حدیث میں صراحتاً یہ وارد ہے کہ افک کے سنگین معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کو منبر مسجد سے خطاب فرمایا تھا...،...اور یہ معاملۂ افک معلوم ہے کہ غزوۂ مریسیع کے موقع کا واقعہ ہے، جو شعبان سنہ ۵ ھ یا شعبان سنہ ۶ ھ میں پیش آیا تھا۔

اس حدیث میں منبر کے ذکر کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی قرینہ ہے نہ اس کے لئے کوئی معقول وجہ ہے، منبر کی صراحت ہے، اس لئے حقیقی اور معہود منبر ہی مراد ہے۔

صحیحین وغیرہ میں مروی ہے کچھ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منبر رسول کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ میں اس منبر کے بارے میں بخوبی جانتا ہوں کہ کس لکڑی سے بنایا گیا، کس روز مسجد میں رکھا گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس روز اس منبر پر بیٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ خاتون سے کہلا بھیجا کہ وہ اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے حکم دے کہ وہ میرے لئے منبر بنائے جس پر سے میں لوگوں کو خطاب کیا کروں گا، چنانچہ اس خاتون نے اپنے غلام کو حکم دیا اور اس نے مقام غابہ کے درخت جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا، اور خاتون نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا، آپ ؐ نے اسے مسجد میں رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۱۷، صحیح مسلم)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں جسے حافظ ابن حجرؒ نے محدث ابوسعد کی کتاب: ''شرف المصطفی'' سے نقل کیا ہے۔ اس نجار غلام کا نام ''میمون'' مذکور ہے۔ اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں کہ اول اول منبر کس نے بنایا اور اس کا نام کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے مذکورہ قول کو اشبہ الاقوال بالصواب قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ۲/۳۹۹)

ابوداؤد (کتاب الجمعہ: باب اتخاذالمنبر) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبدن ہوگئے۔ (یعنی آپ کا بدن بھاری ہوگیا) تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ کیا میں آپ ؐ کے لئے منبر نہ بنادوں کہ جو آپ کے بدن کو اٹھائے، (یعنی اس پر سے آپ کو خطبہ دینے میں سہولت ہو) آپ نے فرمایا، کیوں نہیں، (بنادو)، چنانچہ تمیم داریؓ نے منبر بنایا دو زینے والا (یعنی بیٹھنے والے زینہ کے علاوہ دو)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول منبر رسول بنانے والے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں، نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ منبر سنہ ۹ ھ میں یا اس کے بعد میں بنایا گیا، کیونکہ تمیم داری سنہ ۹ ھ میں مسلمان ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ اس روایت کو گو حافظ ابن حجرؒ نے جیدالاسناد قرار دیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ حدیث صحیحین میں مروی اور متفق علیہ حدیث کے درجہ ومرتبہ کی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں مرجوح ہے، اور راجح وہی ہے جو مذکورہ بالا حدیث صحیحین (حدیث افک) میں وارد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منبر رسول سنہ ۵/۶ ھ یا اس سے پہلے بنایا گیا تھا، اور صانع ایک انصاری خاتون کا ایک غلام تھا۔

پھر تمیم داریؓ کے قصے میں از روئے درایت یہ اشکال بھی ہے کہ ایک بھاری جسم والے مبدن شخص کے لئے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے میں سہولت وراحت ہے، یا زمین پر ہی کھڑے ہونے اور خطبہ دینے میں سلامتی وسہولت ہوگی۔ اس ناحیہ سے بھی دیکھئے تو اس حدیث اور اس میں مذکور عرض معروض کی صحت محل نظر اور مخدوش ہے۔

بہر حال زیادہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ سنہ ۵/۶ ھ میں یا اس سے پہلے منبر رسول بنایا جاچکا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے تھے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا کسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منبر سے خطبۂ جمعہ دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا وغیرہ کا استعمال کیا اور اس کا سہارا لیا ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل حدیثیں قابل غور ہیں:

ا۔حکم بن الحزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سات یا نو افراد پر مشتمل وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت کچھ تنگی تھی۔ والحال اذذاك دون ہم آپ کے پاس چندروز مقیم رہے، آپ کے ساتھ جمعہ بھی پڑھا، آپ خطبۂ جمعہ کے لئے کھڑے ہوئے اس حال میں کہ عصا یا کمان کا سہارا لئے ہوئے تھے...الخ (سنن ابوداود:۱۰۲۹) (باب الرجل یخطب علی قوس)، بیہقی:۳/۲۰۶، مسند احمد:۴/۲۱۲)

حافظ ابن حجرؒ نے (تلخیص:۱۳۷) میں اور علامہ البانیؒ نے بھی (الضعیفہ: ۲/۳۸۱) میں اس حدیث کو حسن الاسناد قرار دیا ہے۔

حدیث مذکور میں حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کہ ’’وفدت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سابع سبعة اوتاسع تسعة‘‘ مشعر ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد فتح مکہ کے بعد ۹ھ سنۃ الوفود میں ہوئی ہے، اور شاید غزوۂ تبوک کے موقع پر ہوئی ہے جس وقت کہ بہت کچھ تنگی تھی، چنانچہ اسی وجہ سے صحابہ اس غزوہ کو غزوہ عسرہ کہتے تھے، حکم بن حزن رضی اللہ عنہ نے ’’والشان اذذالك دون‘‘ سے غالباً اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور جیسا کہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ منبر رسول سنہ ۹ھ سے بہت پہلے سنہ ۵/۶ھ میں بن چکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ اسی منبر سے دیتے تھے، تو حکم بن حزن رضی اللہ عنہ جو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، سنہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ کا یہ بیان کرنا کہ شھدنا الجمعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام متوكئا على عصا اوقوس ’’اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطبہ جمعہ منبر پر کھڑے ہوکر دے رہے تھے، اور اس وقت سہارا کے لئے ہاتھ میں عصا یا کمان لئے ہوئے تھے، پس منبر پر خطبۂ جمعہ کے وقت عصا یا چھڑی لینے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہوگیا۔

حکم بن حزنؓ کے خدمت نبوی میں سنہ ۹ھ میں آنے کے قرائن اوپر بیان کئے گئے، یہاں قرائن پر اعتماد مجبوری ہے، کیونکہ کتب تاریخ وتراجم میں اس امر کی تصریح نہیں کہ حکم بن حزنؓ فلاں سنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف ہے کہ حکم بن حزنؓ ہجرت نبوی کے اوائل میں کسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، حالانکہ اس کا کوئی قوی یا قطعی قرینہ نہیں ہے۔ بلکہ امیر یمانی نے امام ابن عبدالبرؒ کی تصریح نقل فرمائی ہے کہ حکم بن حزنؓ فتح مکہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے ’’اسلم عام الفتح‘‘ (سبل السلام ۶۶۰/۴۴۰) بنابریں حکم بن حزنؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور آپؐ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا اوائل ہجرت کا واقعہ نہیں ہوسکتا۔‘‘

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا استشہاد حدیث مذکور میں حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہے کہ: والشان اذ ذاك دون علامہ موصوف کا گمان یہ ہے کہ اس سے اوائل ہجرت کی تنگی کی طرف اشارہ ہے، اور ظاہر ہے کہ اس وقت مسجد نبوی میں منبر نہیں تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، اس لئے اس حدیث سے زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا لینا تو ثابت ہوتا ہے، لیکن منبر بننے کے بعد بھی آپؐ کا منبر سے خطبہ دینے کی حالت میں ہاتھ میں عصا لینے اور اس کا سہارا لینے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کے علاوہ دوسری حدیثوں میں بھی، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحالت خطبہ عصا یا چھڑی وغیرہ لینے کا ذکر ہے، ان میں منبر کا ذکر نہیں ہے، گویا ان احادیث میں منبر بنائے جانے سے پہلے کی حالت وکیفیت کا بیان ہے، جبکہ آپؐ زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے۔ اور اس حالت میں آپ کو بوقت خطبۂ جمعہ عصا وغیرہ لینا ثابت ہے۔ لیکن منبر بنائے جانے کے بعد منبر سے خطبۂ جمعہ دینے کے وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا وغیرہ لینا کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ (الضعیفۃ:۲/۳۸۰/۹۶۴)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کے قول ’’والشان اذذاك دون‘‘ کو جس معنی پر محمول کیا ہے، وہ بھی علامہ کا محض اپنا گمان ہے، اور محض ایک مظنون احتمال ہے۔ اس لئے اس پر اور اس بنا پر حکم بن حزن رضی اللہ عنہ کی خدمت نبوی میں آمد کے اوائل ہجرت میں ہونے پر، اور اس کی بنا پر خطبۂ جمعہ دیتے وقت ہاتھ میں عصا یا چھڑی لینے کی نفی پر استدلال واصرار وقیع اور قوی نہیں ہے، بالخصوص جبکہ دوسرے معنی مذکورہ بالا کا احتمال اور اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔

دوسرا قابل غور امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالت خطبہ عصا یا کمان ہاتھ میں لینا اور اس پر بحالت خطبہ سہارا لینا، یہ خطبہ کا اقتضاء تھا، اس کا سبب اور اس کا مناط، خطبہ وقیام للخطبہ تھا، یا قیام علی الارض اس کا سبب تھا؟ ظاہر تو یہی ہے کہ یہ خطبہ کا اقتضاء تھا، خطبہ اور قیام للخطبہ اس کا سبب ہوگا، نہ کہ قیام علی الارض، اس لئے بوقت خطبہ خواہ وہ زمین پر کھڑے ہوکر ہو یا منبر سے ہو۔ عصا یا چھڑی کا سہارا لینا درست ہے کیونکہ بوقت خطبہ عصا، چھڑی لینا یا اس کا سہارا لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ تسلیم

ہے کہ منبر بنائے جانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ جمعہ دینے کے وقت عصا یا کمان کا سہارا لیتے تھے، یہ ثابت ہے۔

اور جب منبر بنائے جانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین پر کھڑے ہوکر خطبۂ جمعہ دینے کی حالت میں ہاتھ میں عصا یا کمان لینا ثابت ہے تو خطبہ جمعہ سے متعلق حدیثیں کہ جن میں نہ عصا وغیرہ لینے کا ذکر ہے نہ اس کی نفی ہے، ان مطلق حدیثوں کو مقید حدیثوں پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں ہے۔

اس سلسلہ کی مزید حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:

۲۔حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخطب بمخصرة فی یده یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں چھڑی لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو (الضعیفہ :۲/۳۸۱) میں طبقات ابن سعد (۱/۳۷۷)، اور محدث ابوالشیخ (۱۵۵) کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، اور تصریح فرمائی ہے کہ اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، سوائے ابن لہیعہ کے کہ وہ سئی الحفظ ہیں۔

واضح رہے کہ عبداللہ بن الزبیرؓ ہجرت کے بعد سنہ ۱ھ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے آپ کا یہ بیان اوائل ہجرت کے زمانہ سے متعلق نہیں بلکہ بعد کے زمانوں سے متعلق ہے۔

۳۔موذن رسول حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا خطب فی الحرب خطب علی قوس، واذا خطب فی الجمعة خطب علی عصا" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ میں خطبہ دیتے تو کمان لے کر خطبہ دیتے اور جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو عصا لے کر خطبہ دیتے۔ (ابن ماجہ:۱۰۷، اباب ماجاء فی الخطبہ یوم الجمعۃ، بیہقی:۳/۲۰۶)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار ضعیف ہیں اور سعد بن عمار مجہول ومستور ہیں۔

۴۔حضرت عطاء بن رباح تابعی رحمہ اللہ سے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے دریافت کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا لے کر خطبہ دیتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں، اس پر سہارا لیتے تھے۔ (کتاب الام للامام الشافعیؒ (۱/۱۷۷)، مسند الشافعی (۱/۱۶۳)، سنن کبری بیہقی)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مرسل صحیح کہا ہے، (الضعیفہ :۲/۳۸۱)

یہ حدیثیں پہلی حدیث کے لئے شاہد اور موید ہیں، ان حدیثوں میں خطبۂ جمعہ کے تعلق سے نہ زمین کا ذکر ہے، نہ منبر کا ذکر ہے، گویا مطلق خطبۂ جمعہ کے بارے میں ہے کہ آپ خطبۂ جمعہ کے وقت عصا، چھڑی ہاتھ میں لیتے تھے، اس کا سہارا لیتے تھے، لہٰذا خطبہ جمعہ کے وقت خواہ وہ زمین پر کھڑے ہوکر ہو، یا منبر پر کھڑے ہوکر ہو، ہاتھ میں عصا، چھڑی لینا صحیح اور ثابت ہے، یہ سنت نبوی کے خلاف نہیں ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی حکم نہیں فرمایا ہے، اس لئے یہ مامور ومطلوب اور ضروری وواجب نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب

پہلی حدیث، حدیث حکم بن حزنؓ پر امام ابوداؤد نے یہ باب منعقد فرمایا ہے، باب الرجل یخطب علی قوس اور محدث عظیم آبادیؒ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے: والحدیث فیه مشروعیة الاعتماد علی سیف أو عصا أو قوس حال الخطبة یعنی یہ حدیث خطبۂ جمعہ کی حالت میں تلوار یا عصا یا کمان کا سہارا لینے کی مشروعیت کی دلیل ہے۔ (عون المعبود:۳/۳۱۳) اسی حدیث کی بنا پر امام ابن قدامہ، امام صنعانی اور امام شوکانی رحمہم اللہ نے بھی اس کو مشروع قرار دیا ہے (المغنی:۲/۷۸، سبل السلام:۲/۱۲۰، نیل الاوطار:۳/۳۳۰)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

نحوست وبدشگونی اور عقیدہ توحید

ازقلم: اصغر علی عبدالقیوم السلفی
امام وخطیب مرکزی مسجد اہل حدیث چار مینار، کولار، کرناٹک

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين. اما بعد

قال تعالیٰ: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (يونس:۱۰۷)

قارئین کرام! اہل اسلام کی خوش قسمتی یہ ہے کہ قمری سال کی ابتداء اور انتہاء محترم مہینوں سے ہوتی ہے یعنی ہمارا ہر دن ہر ہفتہ اور ہر سال بابرکت اور محترم ہے اسی وجہ سے اسلام نے نیک فال کو مستحسن قرار دیا اور بدشگونی کو بدفالی کو ناپسندیدہ قرار دیا کیونکہ اس سے عقیدہ کی خرابی جہاں لازم آتی ہے وہیں آپس کے تعلقات میں ناچاقی پیدا ہوگی دراڑیں قائم ہوگی، بھائی چارگی کا ماحول ختم ہوکر بدگمانی اور بے اعتمادی کا ماحول پروان چڑھے گا۔

دور جاہلیت میں عرب والے ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے اور آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہوئے بہت سے کار خیر کو انجام نہیں دیتے حالانکہ یہ سب باتیں خودساختہ توہمات کا نتیجہ ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ان تمام غلط عقائد کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید وتنکیر کی ہے۔

چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱-عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر (بخاری، رقم الحدیث:۵۷۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیماری کا ایک دوسرے کو لگ جانا یا بدشگونی یا الو یا صفر کی نحوست یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

عدوی یعنی مرض کے متعلق ہونے کا عقیدہ بے اصل اور فاسد ہے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر کوئی صحت مند آدمی کسی مریض آدمی کے پاس زیادہ اٹھتا بیٹھتا ہے تو وہ مرض اس صحت مند آدمی میں منتقل ہوجاتا ہے۔

طیرہ: بدشگونی وبدفالی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بہت سی چیزوں کو دیکھ کر یا سن کر بدشگونی لینے کا عقیدہ پایا جاتا تھا۔

ھامۃ: سے مراد الو نامی پرندہ ہے عرب والے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ الو کا کسی کے گھر پر بولنا اس کے یہاں کسی کے مرنے یا کسی ناگہانی مصیبت سے دوچار ہونے کی علامت ہوتا ہے۔

صفر: سے مراد ایک وہ مہینہ ہے جو محرم کے بعد آتا ہے عرب والے اس کو منحوس سمجھتے تھے اور اس میں شادی بیاہ سفر اور دوسرے اہم کاموں سے اجتناب کرتے تھے جیسے آج بھی کچھ لوگ اسے منحوس گردانتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام باطل عقیدوں کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔

۲-"عن ابی ھریرۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا عدوی فقام اعرابی فقال أرایت الا بل توکن فی الرمال امثال الظباء فیاتیھا البعید الاثرب فتجرب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن اعدی الاول" (بخاری رقم الحدیث:۵۷۷۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوت چھات کوئی چیز نہیں ہے۔ اس پر ایک دیہاتی نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے ایک اونٹ ریگستان میں ہرن جیسا صاف رہتا ہے لیکن جب وہی ایک خارش والے اونٹ کے پاس آجاتا ہے تو اسے بھی خارش ہوجاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی۔

۳-"عن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولا طیرۃ ویعجبہ الفال قالوا وما الفال قال کلمۃ طیبۃ" (بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۷۶)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوت لگنا کوئی چیز نہیں ہے اور بدشگونی نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ نیک فال کیا ہے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے سن لینا۔ گویا اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ انسان کو اپنی زبان سے اچھی بات ہی نکالنی چاہئے اور اچھی بات ہی سنی چاہئے جس سے لوگ نیک فال اخذ کریں اور ایسی بات سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے لوگ کراہت محسوس کریں اور اس سے ان کے دلوں میں بدفالی کا اندیشہ پیدا ہو۔

۴-''عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولا طیرة وان کان الشوم فی شئی ففی الدار والمرأة والفرس ''(بخاری رقم الحدیث:۵۷۷۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں ہے اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی چیز بجائے خود منحوس نہیں ہے البتہ اپنی بعض صفات کی وجہ سے بعض چیزیں بعض لوگوں کے لیے نحوست کا باعث ہوسکتی ہیں جیسے گھر تنگ ہو یا پڑوسی اچھے نہ ہوں تو ایسے گھر میں انسان سکون وراحت سے نہیں رہ سکتا۔ بیوی بدخلق اور بدزبان ہو یا بدکردار ہو تو ایسی بیوی بھی انسان کے لیے باعث سکون نہیں ہے یعنی اس سے آرام کے بجائے تکلیف ہی پہونچتی ہے گھوڑے سے مفید کام نہ لیا جائے یا ویسے ہی وہ چال کا خراب ہے اسے مارو تب بھی وہ نہیں چلتا تو اس میں نحوست ہے کہ اس سے مالک اپنے مقاصد حاصل نہیں کرپاتا۔

قارئین کرام! عربوں کے ہاں اس ماہ سے متعلق جو غلط تصورات پائے جاتے تھے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عرب والے حرمت کی وجہ سے تین ماہ ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم میں جنگ وجدال سے باز رہتے اور انتظار کرتے کہ یہ پابندیاں ختم ہوں تو وہ نکلیں اور لوٹ مار کریں۔ لہذا صفر شروع ہوتے ہی وہ لوٹ مار رہزنی جنگ وجدل کے ارادے سے جب گھروں سے نکلتے تو ان کے گھر خالی رہ جاتے عرب والوں نے جب دیکھا کہ لوگ اس مہینہ میں قتل گھر بار یا خالی ہوجاتے ہیں تو انہوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ یہ مہینہ ہمارے لیے منحوس ہے اور گھروں کی بربادی اور ویرانی کی اصل وجہ ہے یہ غور نہیں کیا نہ ہی اپنے عمل کی خرابی کا احساس کیا نہ لڑائی جھگڑے اور جنگ وجدل سے خود کو دور رکھا بلکہ اس مہینہ کو بھی منحوس ٹھرادیا جبکہ اسلام میں کوئی جگہ یا انسان منحوس نہیں بلکہ دراصل وہ انسان کا اپنا طرزعمل رویہ، اخلاق اور طریقہ ہوتا جو اس کے لی مختلف آزمائشوں کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:''مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ''(سورہ نساء:۷۹) ترجمہ:''تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی نحوست کا تعلق اس کے اپنے عمل سے ہے جبکہ وہ عموماً سمجھتا ہے کہ نحوست کہیں باہر سے آتی ہے چنانچہ وہ کبھی کسی انسان کو کبھی کسی جانور کو کبھی کسی عدد کو اور کبھی کسی مہینہ کو منحوس قرار دینے لگتا ہے۔ حالانکہ انسان اس دنیا میں واحد ایسی مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہترین شکل وصورت میں بنایا۔۔۔۔ ساتھ عقل وشعور کی دولت سے بھی مالا مال کیا جس سے انسان حلال وحرام، صحیح وغلط، حق وباطل میں تفریق کرتا ہے۔ مشکوک وموہوم اور حقیقی ویقینی امور میں حد فاصل قائم کرتا ہے اس لیے قرآن میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی جو دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران:۱۹۰) ترجمہ:''جو اللہ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کی عذاب سے بچالے۔''

مگر انسان بسا اوقات غلط عقائد ونظریات اور باطل افکار وخیالات کا شکار ہوجاتا ہے وہ انسان جو توحید کی تمام قسموں پر اعتقاد رکھتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک سب کا پالنہار اور روزی رساں صرف اور صرف اللہ ہے اس کے ارادے ومشیت میں کوئی دخل دینے والا نہیں اس کے علاوہ کوئی نفع ونقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:''وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ''(یونس:۱۰۷) ترجمہ:''اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے''۔

اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا مسلمان اگر توہم پرستی کا شکار ہوجائے تو یہ بجائے خود عجیب وعجب ہے۔

مگر افسوس آج مسلم معاشرہ جہاں بیشمار خرابیوں وبرائیوں میں مبتلا ہے وہیں اس طرح کے اوہام وخرافات کا بھی شکار ہے۔ وہ بھی دیگر لوگوں کی معاشرت کے اثر سے توھم پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں۔ بیہودہ خیالات اور وسوسے اس طرح ذہن نشین ہوگئے ہیں کہ کبھی کبھی لوگ ایسی ایسی بات بول جاتے ہیں جو ہمارے لیے زیب نہیں دیتا مثلاً۔۔۔

داہنا ہاتھ کھجلائے تو آمدنی ہوگی۔

بایاں ہاتھ کھجلائے تو خرچ ہوگا۔

کوا بولے تو مہمان آئے گا۔

بلی آگے سے گذر جائے تو خیر نہیں ہوگا۔
کتارات میں بھونکنے لگے تو حادثہ ہوگا۔
کسی نے صبح صبح کچھ ادھار مانگ لیا تو گمان کر لیا کہ اب سارا دن ایسا ہی ہوگا۔
وغیرہ وغیرہ۔نعوذ باللہ

ایسے کسی بھی خیال کو دل سے نکال کر اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھنا چاہتے جیسا کہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’**الطيرة شرک الطيرة شرک ثلاثا و ما منا الا ولكن الله يذهبه بالتوكل**‘‘(سنن ابوداؤد)

بدشگونی شرک ہے تین بار کہا اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اسے وہم ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اسے دور کر دیتا ہے۔

ماہ صفر کے حوالہ سے ایک اور انتہا یہ ہے کہ ایک طرف اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور دوسری طرف خوشی منائی جاتی ہے اور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دن بیماری کے بعد صحت یاب ہوئے تھے اور سیر وتفریح کے لیے نکلتے تھے حالانکہ تاریخی اعتبار سے بات اس کے بالکل برعکس ہے اس من گھڑت بات کو بنیاد بنا کر اس مہینے کے آخری بدھ کو چھٹی کی جاتی ہے کاروبار بند کئے جاتے ہیں اور اس دن چھٹی دینا باعث اجر وثواب سمجھا جاتا ہے۔خواتین اس دن اچھے کپڑے پہنتی ہیں۔لوگ خاص طور پر تفریح کے لیے نکلتے ہیں جبکہ اس کی دلیل نہ تو سیرت کی کتابوں میں ہے نہ احادیث مبارکہ سے ملتی ہے اس لحاظ سے ایک مسلمان کا عقیدہ مضبوط اور ذہن واضح ہونا چاہئے کہ خوشی وغم نفع اور نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حاصل کلام: اس لیے ہمیں چاہئے کہ ہم کسی مہینے کو منحوس نہ سمجھیں بلکہ ہم ہمیشہ نیک کام کرتے رہیں۔اللہ رب العالمین ہم سب کو مرتے دم تک صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ☆☆

اهم اعــلان

انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ملتوی

موقر ذمہ داران جمعیات ومدارس اور طلبہ عزیز کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم جس کے مورخہ ۵-۶ رفروری ۲۰۲۲ کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں منعقد ہونے کا اعلان جریدہ ترجمان، قومی اخبارات اور دیگر ذرائع سے کیا گیا تھا، اسے ملک میں کورونا اور اومیکرون وبا کی تشویش ناک صورت حال اور حکومتوں کی ہدایات کے پیش نظر تا اعلان ثانی افسوس کے ساتھ موخر کیا جاتا ہے۔براہ کرم اسے نوٹ کرلیں اور اپنے حلقہ احباب میں اس کا اعلان فرمادیں۔اس مناسبت سے مرکزی جمعیت کی مجوزہ میٹنگ بھی نہیں ہوسکے گی۔جن جمعیات اور مدارس اسلامیہ کے نمائندگان نے مسابقہ میں شرکت کے لیے عزم کرلیا تھا اور ٹکٹ بنوالیا تھا اور مرکز کو اس کی اطلاع بھی دے دی تھی ان سے معذرت کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ گوکہ ہم اس خیر سے سردست محروم ہو رہے ہیں لیکن ان شاء اللہ اس کے اجر وثواب سے محروم نہیں ہوں گے۔حالات درست اور سازگار ہوتے ہی مسابقہ کی نئی تاریخ کا اعلان کردیا جائے گا۔

اس مناسبت سے آپ تمام حضرات سے یہ بھی اپیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وبا پر قابو پانے اور اس سے بچاؤ کے لیے تمام حکومتی وطبی ہدایات مثلا؛ ماسک لگانا، مطلوبہ دوری کا لحاظ رکھنا، صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا، اجتماعات اور بھیڑ بھاڑ کی جگہوں سے بچنا، گھر سے ضرورت کے تحت ہی نکلنا وغیرہ پر عمل پیرا ہوں۔نیز اس مشکل حالت کو بھی مفید بناتے ہوئے تقریبات شادی وغیرہ کو سادگی اور اختصار کے ساتھ انجام دیں۔غرباء ومساکین اور مدارس ومکاتب کی مدد کریں۔جن باتوں کی شریعت میں بھی بڑی تاکید آئی ہے اور جن کی طرف جمعیات اور حکومتوں نے بار بار رہنمائی کی ہے۔ان احتیاطات کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کریں، اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ملک وملت اور انسانیت کو اس وبا سے جلد از جلد نجات دے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔آمین

جاری کردہ

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

فتنوں سے نجات کے ذرائع

تحریر: ڈاکٹر محمد احمد لوح

ترجمہ: مولانا عبدالمنان شکراوی

فتنوں کا موضوع بڑا ہی اہم ہے جس کی جانب مسلمانوں کو توجہ دینی چاہیے۔ ان کے اسباب کی معرفت اور خطرات کی معلومات، ساتھ ہی ان سے نجات وچھٹکارے کے طریقوں کو موضوع بحث بنانا چاہیے۔ حضرت زبیر بن عدیؒ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حجاج کی زیادتیوں کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ''صبر کرو۔ کیونکہ ایسا وقت آکر رہے گا جو اس سے بھی خراب ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملوگے۔ ایسا میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہوجائے گا زمانہ اور اٹھالیا جائے گا علم (یعنی زمانہ قیامت کے قریب ہوجائے گا) اور عالم میں فساد پھیلیں گے اور دلوں میں بخیلی ڈالی جائے گی (لوگ زکوٰۃ وخیرات نہ دیں گے) اور ''ہرج'' بہت ہوگا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ''ہرج'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کشت وخون۔ (بخاری ومسلم)

فتنوں کے اسباب: فتنے چند اسباب کی بدولت آتے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

شبہات، شہوات اور خواہشات نفس: بہت سے لوگ بے بنیاد شکوک وشبہات کی بنا پر فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں جیسا کہ بعض بدعتی گروہوں کا حال ہے، وہ شبہات میں مبتلا ہوگئے تو راہ راست ہی سے بھٹک گئے اور انہیں اسباب کی بنا پر اہل سنت والجماعت کے طریقے سے خارج ہوگئے جو کہ اپنے لیے ہی نہیں الا ماشاء اللہ دوسروں کے لیے بھی فتنہ کا سبب بن گئے۔ کچھ لوگ مال، عورتوں اور خواہشات نفس وغیرہ کے فتنے میں مبتلا ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ فتنہ نہیں چھوڑ رہا ہوں۔'' حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ رہا اور میری امت کا فتنہ مال کے سلسلے میں ہے۔'' دیگر فتنوں میں لوگوں پر ظلم وزیادتی کی جرأت اور بلاحق خون خرابہ شامل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو کہ اس کا قتل کس بنا پر کیا گیا۔''

قرآن وحدیث کے طریقے کی مخالفت: قرآن وحدیث کے طریقے کی مخالفت بھی فتنوں کی آمد کا ایک سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی. (طٰہٰ: ۱۲۳-۱۲۴) ترجمہ: ''اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اٹھائیں گے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان آیات کریمہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جس نے قرآن کریم کو پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اس بات کی گارنٹی دے رکھی ہے کہ وہ نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں بدبخت ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں بدکاری کا ظہور ہوتا ہے، اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں جو ان کے بزرگوں میں نہیں تھیں۔ اسی طرح ناپ وتول میں کمی کریں گے تو قحط سالی، تنگدستی اور حکمرانوں کے ظلم وستم کا شکار بنیں گے۔ اور اگر اپنے مال کی زکوۃ روک لیں گے تو آسمان سے بارش ہونا بند ہوجائے گی یہاں تک کہ اگر چوپائے نہ ہوتے تو بارش بالکل نہ ہوتی۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کے عہد وپیمان کو توڑیں گے تو ان پر ان کے دشمن کو مسلط کردیا جائے گا جو ان کے مال کے کچھ حصے کو لے لے گا۔ اور جب ان کے پیشوا اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے تو ان میں آپس میں سر پھٹول ہوگا، لڑائیاں ہوں گی۔

بگاڑ وفساد اور برائیوں کا ظہور: فساد وبگاڑ اور برائیوں کا ظہور، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا) کو چھوڑ دینا بھی فتنوں کا سبب ہے۔ سب سے بڑا فتنہ جس میں اکثر ممالک کے مسلمان مبتلا ہیں اسی قسم کا ہے جس کی بنا پر ان کے عقائد میں، اخلاق میں، عبادات میں اور معاملات میں کھلا فساد وبگاڑ پیدا ہوگیا یہاں تک کہ بعض ملکوں میں شرک نے

توحید کی، بدعت نے سنت کی اور برائی نے نیکی کی جگہ لے لی ہے جس پر بچوں کی نشو ونما ہورہی ہے اور بزرگ دنیا سے رخصت ہورہے ہیں۔ یہ بات بلاشبہ فتنوں اور فوری سزاؤں کی موجب ہے جو امت کے اندر نمودار ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈھیل تو دیتا ہے نظرانداز نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (الانعام:۴۴) ترجمہ: ''پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں، وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہوگئے۔''

اللہ کے جس منہج وطریقے کی نصیحت انبیاء کرام کے ذریعہ لوگوں کو کی گئی تھی اس سے منہ موڑنا اور اسے پس پشت ڈال دینا ہی فتنوں میں پڑنے کا اصل سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے لیے روم وفارس فتح ہوں گے، اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی پر رہیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کے علاوہ یہ نہ کروگے کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کروگے، پھر ایک دوسرے سے حسد کروگے، پھر ایک دوسرے سے پیٹھ پھیروگے پھر ایک دوسرے سے دشمنی ہوجائے گی۔ یا اسی طرح کے کلمات آپ نے فرمائے۔ پھر تم مہاجروں کے گھروں کی طرف چلوگے اور بعض کو بعض کی گردن پر سوار کردوگے۔ بلکہ یہ فتنے آخری زمانے میں اور بھی سخت ہوجائیں گے اور برداشت سے باہر ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ انسان قبرستان جائے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے وہ ان مردوں میں سے کوئی ایک ہوتا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ ایسے حالات پیدا نہ ہوجائیں کہ قبر کے پاس سے گزرنے والا شخص یہ تمنا نہ کرنے لگ جائے کہ کاش اس قبر میں میں ہوتا۔''

فتنوں سے نجات کے راستے: اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا فتنوں سے نجات کا راستہ ہے۔ مطلب یہ کہ شہوات وشبہات، قتال وجدال، بدعت کے فتنوں سے نجات وچھٹکارا اس کے بغیر نہیں ہوسکتا کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی صحیح سمجھ اور سلف امت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ اسلام وہدایت کے دعاۃ میں سے جو بھی ان کے راستے پر چلے ان کے طریقے کی معرفت حاصل کریں۔ اسی طرح لوگوں کے اقوال وافعال، حالات امن وبدامنی میں اپنائے جارہے ریت ورواج وغیرہ کو کتاب وسنت کے پیمانے پر پرکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء:۵۹) ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

یعنی انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔ اور یہی طریقہ وراستہ ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن کریم اور سنت رسول اللہ یعنی آپ کی وفات کے بعد آپ کی صحیح سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵) ترجمہ: ''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔''

رسول کو فیصل ماننے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کو فیصل مان لیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (المائدۃ:۵۰) ترجمہ: ''کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟''

اللہ کی توفیق سے فتنوں سے چھٹکارا پانے والا اور ان سے نجات حاصل کرنے والا کوئی تبھی ہوسکتا ہے جب وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو فرد، گھر اور سماج سب کے لیے فیصل مان لے۔ اہل سنت اور علماء امت جنہیں کتاب اللہ کی سمجھ حاصل ہے اور جنہوں نے سنت رسول اللہ کی جانب توجہ دی ہے اور انتہائی باریکی سے اس کا مطالعہ کیا ہے، اس کے احکام کو جانا پہچانا ہے پھر اس پر عمل بھی کیا ہے، ان کی طرف رجوع کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء:۸۳) ترجمہ: ''جہاں انہیں کوئی خبر امن

کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔''

فتنوں سے نجات کے راستے :

۱۔عبادت کی حرص :امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں معقل بن یسارؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنوں کے دور میں عبادت میرے پاس ہجرت کر کے آنے جیسا ہے۔

۲۔دعامیں الحاح وزاری :ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:''ظاہری وباطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔''انسان کو فتنوں سے متعلق ذکر واذکار خوب یاد کرنے چاہئیں اور ان کی خوب نشر واشاعت کرنی چاہیے۔جیسا کہ سنن ابوداود میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خوف لاحق ہوتا تو فرماتے:'' اَللّٰھُمَّ اِنَّانَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ.'' (اے اللہ! ہم تجھے ہی ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔) بخاری ومسلم میں ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت میں ہوتے تو فرماتے: لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمُ. (نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ بہت عظمت والا بڑا بردبار، نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا جو عرش عظیم کا رب ہے، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب عرش کریم کا۔'')

۳۔صورت حال پر غوروفکر :جن وسائل وذرائع سے فتنوں سے نجات کے راستے منضبط ہوتے ہیں ان میں صورت حال پر اچھی طرح غور وفکر، حالات سے آگاہی اور ضرورت سے زیادہ جذبات سے پرہیز جو غفلت اور بے ہودگی کا باعث بنتے ہیں سب شامل ہیں۔

۴۔صبر کا اہتمام اور جلدبازی سے پرہیز :ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (غافر:۵۵) ترجمہ:''پس اے نبی! تو صبر کر، اللہ کا وعدہ بلا شک (وشبہ) سچا ہی ہے۔تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ نے آپ کو صبر کا حکم دیا اور خبر دی کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنے گناہ کے لیے معافی مانگیں۔اور فتنے میں وہی شخص مبتلا ہوگا جو اللہ کے حکم کو نہ مانے گا جس میں صبر کا حکم بھی داخل ہے۔لہٰذا صبر نہ کرے گا تو فتنے میں ضرور پڑے گا۔

۵۔بردباری اورنرمی :ایک مسلمان بردباری اور نرمی کے ذریعہ حکمت ودانائی کے ساتھ معاملات کی حقیقت کو دیکھتا ہے اور ان کے مخفی گوشوں، نتائج اور انجام سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے رومیوں کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ فتنہ وآزمائش کے وقت لوگوں میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔''

۶۔اہل علم کی طرف رجوع :شرعی موقف جاننے کے لیے، قابل اعتماد، پختہ کار، سچے اہل علم اور دعوت کا کام کرنے والے مخلص لوگوں کی طرف رجوع کرنا، فتنوں سے نجات کے اہم وسائل میں سے ہے۔

۷۔نصوص فتن کوفٹ کرنے میں عجلت سے احتراز : یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ لوگ فتنوں سے متعلق وارد نصوص کو موجودہ حالات پر فٹ کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔کیونکہ اہل سنت والجماعت،سلف صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب تک حکمت ودانائی سے پر، نبوی طریقے کے اہتمام کے لیے معروف ومشہور اہل علم کا نمونہ سامنے نہ آجائے وہ فتنوں کے نصوص کو پیش آمدہ حالات پر چسپاں نہیں کرتے۔

۸۔شریعت کے دائرہ میں رہ کرپوری کوشش :فتنوں سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ بیکار کی باتیں بنانے اور مزید فتنہ پروری کے بجائے امت کو فتنوں سے چھٹکارا دلانے کے لیے بھرپور محنت وکوشش کی جائے۔

۹۔برائیوں کی ہم رکابی سے پرہیز:امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں، تم ان کے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی، پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا (اگر اس کو روکے ہاتھ یا زبان یا دل سے) اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بچ گیا لیکن جو برے کام سے راضی ہوا اور اس کی پیروی کی (تباہ ہوا) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ایسے امیروں سے لڑائی نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھا کریں۔امام نووی رحمہ اللہ نے ''پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جو برائی کو پہچان لے اور اسے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے تو اسے اس کے گناہ یا سزا سے بچنے کا راستہ مل گیا اور وہ اب اس برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے یا اپنی زبان سے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے

برا جانے۔''اسی طرح ''جو برے کام سے راضی ہوا اور اس کی پیروی کی'' کا مطلب ہے کہ جو برے کام سے راضی ہوا اور اس کی پیروی کی اس کو سزا ملے گی اور گناہگار ہوگا۔

۱۰۔اتفاق واتحاد:اتفاق واتحاد اختیار کرنا اور اختلاف وافتراق کو چھوڑ دینا فتنوں سے نجات کا اہم ذریعہ ووسیلہ ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا.** (اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور الگ الگ نہ رہو۔''

۱۱۔شرعی طریقے پر قائم علمی اصل بیان کرنے کی اھمیت:فتنوں کے دور میں اس کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ بہت سے لوگ بے سر پیر کی ہانکتے ہیں جس سے پریشانیاں لاحق ہوسکتی ہیں،تفرقہ بازی اور بے راہ روی جنم لے سکتی ہے۔ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ عقیدے کے اہم مسائل جیسے ولاء وبراء ،اسلام سے خارج کردینے والے اعمال وغیرہ کو اچھی طرح سیکھ لے۔اسی طرح ایسے مسائل کی معرفت حاصل کرلے جن سے معاملات خلط ملط ہوجاتے ہیں اور شیطان کو اپنا کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۱۲۔افواھوں اور جھوٹی خبروں کو نقل کرنے سے گریز:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قصے نہیں بیان کیے جاتے تھے۔اس کا رواج تو فتنوں کے زمانے میں پڑا۔

۱۳۔خواب پر اعتماد سے پرھیز:خاص طور پر فتنوں کے زمانے میں خوابوں پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ یہ تو اکثر ذہنی خیالات ہوتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

۱۴۔حتی الامکان فتنوں سے گریز:نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:عنقریب فتنے نمودار ہوں گے جن میں بیٹھا ہوا انسان کھڑے ہوئے انسان سے اور کھڑا ہوا چلنے والے سے،چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔جو ان میں جھانکنا چاہے گا وہ ان کی لپیٹ میں آجائے گا،لہذا جتنی بھی استطاعت ہو ان سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے۔''اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک مسلمان کا سب سے بہتر مال بکری ہوگی جسے لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں کی طرف اپنے دین کو فتنوں سے بچا کر لے جانے کے لیے نکل کھڑا ہوگا۔

(بشکریہ ہفت روزہ الفرقان)

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان''(اُردو) ،ماہنامہ ''اصلاح سماج''(ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ''(انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

عصر حاضر میں دہشت گردی کی خطرناکی

اصغر علی امام مہدی سلفی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب دہشت گردی سارے جہاں خصوصاً عرب دنیا میں سر چڑھ کر بول رہی تھی اوراس کا ہوّا کھڑا تھا۔ دنیا کی بڑی طاقتیں اس کو ایک خاص انداز سے مشرقی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی تھیں لیکن بوجوہ کچھ ممالک وبلدان اس مرض میں مبتلا ہوتے جارہے تھے۔ مختلف تحریکات اور جماعتوں کے کچھ فکری انحراف اور کچھ ردعمل کے نتیجہ میں نئی نسل خاص طور پر اس کا شکار ہورہی تھی۔ اس میں سفہاء الاحلام اور حدثاء الاسنان اور غیر منہجی نوجوانان دانستہ ونادانستہ،شعوری وغیر شعوری طور پر اس کا علمبردار اور شکار بنتے جارہے تھے۔ نتیجتاً بہت سے اسلامی ممالک بشمول مملکت سعودی عرب اور کہیں کہیں وطن عزیز بھی دہشت گردوں کا نشانہ بنتا جارہا تھا اور دشمنان اسلام دوطرفہ طور پر اس کا فائدہ اٹھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں مملکت سعوی عرب کے علماء ومفتیان کرام نے دہشت گردی مخالف اجتماعی اور انفرادی فتاوے صادر فرمائے جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے متعدد زبانوں میں ترجمہ کرکے بڑے پیمانے پر شائع کیا اور بڑے بڑے آل انڈیا سیمینار، سمپوزیم اور اجلاسہائے عام منعقد کئے اور علماء اہل حدیث نے دہشت گردی مخالف اجتماعی فتوے بھی صادر کئے خصوصاً مارچ اور جولائی ۲۰۰۶ء میں دہشت گردی مخالف آل انڈیا سمپوزیم منعقد کئے جس میں مسلم تنظیموں اور جماعتوں کے سربراہان، علماء کرام، مفتیان عظام، ذمہ داران مدارس وجامعات، ملک کے عظیم رہنمایان ولیڈران خصوصاً سابق وزیر اعظم، وزیر داخلہ اور دیگر وزراء اور وجہائے قوم وملت شریک اجلاس ہوئے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دہشت گردی مخالف کوششوں کو یہی نہیں کہ داد تحسین کی بلکہ اس سمپوزیم کی مناسبت سے فتاوے پر مشتمل کتاب ’’دہشت گردی کے خلاف علماء اہل حدیث کے اجتماعی فتاوے‘‘ کا اجراء فرمایا اوراس کی اشاعت کو وقت کی اہم ترین ضرورت اور کارنامہ قرار دیا۔ اس فتاوی کے اردو ایڈیشن کا مقدمہ ہدیہ قارئین کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ دہشت گردی کی مختلف شکلیں جو آج بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں رونما ہوتی رہتی ہیں، ان کا تدارک بھی ہوگا اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے دہشت گردی کے تعاقب کے لئے ہر سطح پر جو کامیاب تحریک شروع کی تھی اور جس کا اپنی صوبائی، ضلعی اور مقامی جمعیتوں، اداروں اور مدرسوں کے ذریعہ بھرپور تعاقب بھی کرتی رہی ہے تاکہ اس مشن کا تسلسل بایں طور قائم رہے اور تکمیل بھی ہوتی رہے۔ واضح ہو کہ اس کتاب کے اب تک چار ایڈیشن ہندی، اردو اور انگریزی میں بڑی تعداد میں شائع ہوتے رہے ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تمام پرچوں خصوصاً ہندی، اردو اور انگریزی کے متعدد خصوصی شماروں میں باربار اور ایک نئے آن بان شان کے ساتھ نشر ہوتے رہے ہیں اور اس سے خلق عظیم مستفیض ہوتی رہی ہے۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی اٰلہ الطیبین، وأصحابہ الغر المیامین، والعاقبة للمتقین، ولاعدوان الا علی الظالمین، أمّا بعد :

مٹھی بھر ملحدین، جو دین ومذہب کو نہیں مانتے، کو چھوڑ کر ساری دنیائے انسانیت ہر دور میں دین ودھرم اور ملت ومذہب پر ایمان ویقین رکھتی رہی ہے اور اس کی پیروی کو دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی اور اطمینان وسکون اور امن وشانتی اور اخوت ومحبت، آپسی میل جول اور غمخواری وہمدردی کا ضامن مانتی ہے۔ اسی لیے اس طرح کے لوگ اپنی خواہشات کو اپنے دین کے تابع مان کر دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

دین اسلام کے ماننے والوں کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اوراس کی تعلیمات کی روشنی میں ہی اپنے کام انجام دیں۔ پیش آمدہ مسائل اور حالات میں علماء کرام سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل دریافت کریں اور شریعت کا منشاء معلوم کریں اور علوم اسلامیہ کے ماہر مفتیان کرام کی طرف رجوع کریں اوران سے سوال وفتویٰ کے ذریعہ اپنے حالات درست کریں۔ موجودہ دور میں عالم انسانیت اور خود ہمارا وطن عزیز ہندوستان مختلف طرح سے دہشت گردی کی لعنت میں گرفتار ہوتا جارہا ہے جو بلاشبہ مٹھی بھر شر پسندوں اور ملک وملت کے دشمنوں کی مذموم حرکت ہے۔ اورعوام کی بھاری اکثریت پوری دنیا میں عموما اور وطن عزیز میں خصوصا اس طرح کے کسی بھی

فساد و بگاڑ اور دہشت گردی کو پسند نہیں کرتی کیونکہ فساد اور بدامنی و دہشت گردی بہرحال ناسور ہے لیکن کچھ نادان یا سازشی لوگ اسے اپنے ذاتی مفادات یا بزعم خویش اصلاح اور تغییر منکر کے نام پر استعمال کرتے ہیں اور نوجوانوں اور اپنے جیسے پرجوش نادانوں کو فساد فی الارض میں ملوث کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں حالانکہ اسلام میں جہاں دوسروں پر ظلم ڈھانا اور دوسروں کو ناحق مارنا حرام اور گناہ عظیم ہے وہیں خود کو مارنا بھی جرم عظیم ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کی آخرت تو برباد ہے ہی، دنیا بھی برباد و تباہ ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ اسے اپنا کارنامہ سمجھتے ہیں۔

دہشت گردی عصر حاضر کا بڑا ناسور ہے۔ آج دنیا ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ہونے کی دعویدار ہے اور اس نے آرام و آسائش کے لیے بے شمار وسائل و ذرائع اختراع کر لیے ہیں۔ بایں ہمہ اس دھرتی پر بسنے والے انسانوں کا چین وسکون جو اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے ناپید ہے۔ اس مادی دور نے انسان کو جتنی ترقیات سے نوازا ہے اتنی ہی زیادہ وہ مادیت کا شکار ہو کر بے چینی و بے یقینی کی زندگی جینے پر مجبور ہے۔ نتیجتاً وہ بہت سے ذہنی وجسمانی مہلک وتشویش ناک امراض کا آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔

عصر حاضر میں انسانیت کے لیے بہت سے مضرت رساں اور نقصان دہ چیزوں میں سے ایک اہم ترین اور خطرناک بات دہشت گردی ہے۔ جو عصر حاضر کا ناسور ہے، انسانیت کا قاتل ہے اور معاشرے کے لئے مہلک ہے۔ اور غارت گر امن وشانتی ہے۔ مذہب ودھرم کے ماننے والوں، انسانیت کا درد رکھنے والوں اور اصلاح وفلاح کے اداروں اور تنظیموں کا فرض بنتا ہے کہ اس کی خطرناکی وہولناکی کو سامنے رکھ کر اس کی مضرت وقباحت اور حرمت کو اپنے اپنے طور پر بیان کریں اور اسباب ووسائل کو بروئے کار لاکر اس کی بیخ کنی اور خاتمے کی موثر کارروائی کریں۔ یہ انسانیت اور ملک وملت دونوں کی بڑی خدمت ہوگی۔ اور ممکنہ طور پر انسانیت کو امن وسکون حاصل ہوگا۔ اور اس کی خوشی حاصل ہوگی۔ اسی جذبے اور فریضے نے ہمیں آمادہ کیا کہ ہم اس کی بیخ کنی کے لئے اپنے میسر وسائل کو کام میں لاکر خدمت انسانیت کا کچھ فریضہ ادا کرسکیں۔

شکر ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث نے خطبات جمعہ، کانفرنسوں، مقالات وتقاریر اور اشاعتی پروگراموں اور مخصوص اجتماعات وسیمینار وسمپوزیم اور نشر واشاعت اور فتاوی کے ذریعہ اس ناسور کا علاج کرنے کی سعی کی ہے۔ اس نے عام اجتماعات اور کانفرنسوں اور خطبہ جمعہ کے علاوہ انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں دہشت گردی عصر حاضر کا ناسور کے عنوان سے سمپوزیم کا انعقاد کیا۔ اور اس مناسبت سے دہشت گردی مخالف اجتماعی فتوی کی اشاعت عمل میں آئی۔

مرکزی جمعیت نے پورے ہندوستان کے تمام مدارس اہل حدیث اور اہم شخصیات کی موجودگی میں ''مدارس اسلامیہ خدمت انسانیت کے علمبردار یا دہشت گردی کے مراکز'' کے عنوان سے بھی اہل حدیث کمپلیکس میں ایک عظیم الشان سمپوزیم منعقد کر چکی ہے۔ جس میں مرکزی وزیر داخلہ جناب شیوراج پاٹل سمیت سابق وزیر اعظم جناب وی پی سنگھ، وزیر مملکت برائے امور خارجہ جناب ای احمد اور دیگر اہم ومقتدر شخصیات نے شرکت کی ہے۔ اور پاکوڑ کی عظیم الشان ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بھی اسی کے ارد گرد گھومتی رہی جس کا عنوان ہی انسانیت کی فلاح و بہبود تھا۔ اس مناسبت سے جو سیمینار منعقد ہوا اس کی بعض نشستیں بھی اسی کے لئے خاص تھیں۔ جبکہ دہلی میں منعقد ہوئی ۲۹ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان ''اسلام کا پیغام عالم انسانیت کے نام'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اور اس کے علاوہ پریس کانفرنسیں منعقد کی گئیں اور ملکی وغیر ملکی دہشت گردانہ کارروائیوں کے سلسلہ میں مذمتی قرارداد پاس کی گئی خصوصاً حرمین شریفین اور وطن عزیز میں ہونے والے حملوں کی مذمت پچاسوں پریس ریلیز وغیرہ کے ذریعہ کی گئی مجالسہائے عاملہ وشوری اور جلسوں اور اجتماعات وکانفرنسوں میں قرارداد مذمت پاس کی گئی اور متعدد وسائل وذرائع کو بروئے کار لاکر اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اس مناسبت سے بہتر کوریج دیا۔ اور عام حالات میں بھی اردو میڈیا نے اس سمت لائق شکر پبلیسٹی کی۔ اس کے علاوہ کتاب دی میرٹس آف اسلام اور مقالات ومضامین کی اشاعت کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جا رہا ہے۔ جس کے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اللہ تعالی اپنے دین اور اپنے بندوں کے لئے صرف کی گئی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین

دنیائے عرب کے بڑے بڑے اہل حدیث علماء نے بھی دہشت گردی، بم بلاسٹ، خودکش حملہ، جہازوں کے اغوا، املاک وارواح وعمارتوں اور سرکاری وغیر سرکاری جائدادوں کے تلف کرنے کو اپنے متعدد فتووں میں حرام اور جرم عظیم قرار دیا ہے۔ جنہیں جمع کر کے کتابی شکل میں جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت نے شائع کیا ہے۔ علماء عرب کے ان فتاوی نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اجتماعی فتوی کو ہم نے کتابچہ کی شکل میں متعدد زبانوں میں اختصار کے ساتھ ترجمہ کر کے شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ اس کتابچہ کو بہت پہلے شائع کرنا تھا مگر علماء عرب کے فتوے ترجمہ کے بعد متعدد ہاتھوں میں گھوم پھر کر ہمارے پاس دیر سے پہنچے نیز دیگر اسباب کی بنیاد پر یہ کتابچہ اب تک شائع نہ ہوسکا۔ اب جب کہ ''اسلام کا پیغام عالم انسانیت کے نام'' سے ایک عظیم الشان آل انڈیا انتیسویں کانفرنس کا انعقاد کر رہے ہیں، جس میں اسلام کے پیام امن وآشتی اور تعلیم الفت واخوت اور انسانیت کو عام

کرنے اور ہر طرح کی دہشت گردی وبدامنی کو ختم کرنے کی عالمی تحریک پروان چڑھا رہے ہیں تو اس مناسبت سے اس کی راشٹریہ بھاشا ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی اشاعت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ان سارے علماء نے یہ فتوی دیا ہے کہ دہشت گردی اور بم بلاسٹ وغیرہ امور اسلامی تعلیمات اور عقل سلیم کی روشنی میں کسی بھی طرح جائز نہیں ہوسکتے بلکہ سراسر حرام، ناجائز ظلم وعدوان اور فساد فی الارض ہے، جس کی سزا بہت سخت ہے۔

اسلام میں ایک ادنی جانور کو بھی مارنا جائز نہیں تو انسان جسے اللہ تعالیٰ نے عزت واکرام سے نوازا ہے اس کو مارنا کیوں کر جائز ہوگا، نیز اسلام میں امن وامان کو انسانی معاشرہ کے لیے سب سے بنیادی عنصر اور نعمت مانا گیا ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا، اس کو خراب کرکے بدامنی اور دہشت میں تبدیل کرنا جرم قبیح ہے ،اور یہ واضح ہے کہ خوف ودہشت کے سائے میں دنیا کی کوئی نعمت نعمت نہیں کہی جاسکتی۔

اسلام کی ہی تعلیم ہے جو قرآن میں مذکور ہے کہ جانی دشمن اور جس سے لڑائی اور جنگ وجہاد ضروری ہے وہ بھی اگر پناہ مانگتا ہے یا صلح کے ساتھ رہتا ہے تو جنگ کی حالت میں بھی پناہ دے کر اس کو امن کی جگہ میں پہنچانا فرض ہے۔ عین جہاد میں نکلتے وقت فوجیوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھو! بوڑھوں بچوں عورتوں اور عبادت گاہوں میں پڑے ہوئے لوگوں سے تعرض نہ کرنا اور جانوروں کو ہلاک نہ کرنا اور کھیتوں کو تباہ نہ کرنا اور درختوں کو نہ کاٹنا۔

اسلام نے حالت جنگ میں جب کہ ظالم فوجی نے آپ کی بیوی بچے اور بوڑھے ماں باپ کو قتل کردیا ہو، اس کی بیوی بچوں اور کسی بھی معصوم کو جو آپ سے لڑ نہ رہے ہوں کو بدلے میں قتل کرنے سے منع کردیا ہے، کیوں کہ ظالم اور قاتل تو وہ فوجی باپ ہے نہ کہ معصوم بچہ اور نہ ہی دیگر اہل خانہ اگر آپ جوش وغضب میں اپنے بچوں کا بدلہ اس کے بچوں سے لے رہے ہیں تو گویا آپ بھی وہی ظلم معصوموں اور بے قصوروں پر کررہے ہیں جو آپ کے مدمقابل دشمن فوجی نے کیا ہے کیوں کہ قرآن کا حکم ہے کہ کسی مجرم کے کرتوت کی سزا کسی بے گناہ کو نہ دی جائے۔ ان لا تزر وازرۃ وزر اخری.

جب اسلامی تعلیمات اس قسم کی ہیں تو بھلا ایک معصوم شہری جو راہ چل رہا ہو، تعلیم گاہوں میں پڑھ رہا ہو، بازار میں ضروریات زندگی خریدنے میں مشغول ہو، خوشی وتہوار کے سامان خرید رہا ہو، اس پر اس طرح کے مہلک اجتماعی وانفرادی حملے کرنا اور امن کو خوف اور شانتی کو دہشت میں بدلنا کیوں کر روا ہوسکتا ہے۔؟؟؟

الغرض اسلام میں اس طرح کے سطحی انتقام کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جیسا کہ فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ اس کی سزا بہت دردناک ہے مگر آخرت کی سزا اس سے بھی بھیانک اور کڑی ہے جو انسان کی اصلی وابدی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس فتویٰ کے ذریعہ حق کو سمجھنے اور دہشت گردی کو ختم کرنے میں معاون بنائے اور پوری انسانیت کو اخوت وبھائی چارہ اور انسان نوازی کی توفیق ارزانی کرے۔

☆☆☆

مسجد

اللہ کا زمین پر ہے گھر یقین کر
مسجد کو اس کی شان کا مظہر یقین کر

رحمت کا سائبان ہے مسجد کی چھت میاں!
فرشِ زمیں کو پھول کا بستر یقین کر

دیوار و در سے پھوٹتی ہے نور کی کرن
جنت کے باغ کا حسیں منظر یقین کر

تعمیرِ مسجدِ قبا کہتی ہے آج بھی
اسلام کے ظہور کا شہپر یقین کر

مسجد بنا کے ایک تو جنت میں گھر بنا
فرمان ہے رسول کا نعمت یقین کر

ویراں پڑی ہیں مسجدیں، آباد آ کریں
یہ زندگی بنے گی پھر خوشتر یقین کر

مسجد سے جس کی لو لگی دل سے جہان میں
ہے سرخرو وہ بر سرِ محشر یقین کر

سجاد دل کے تار کو مسجد سے جوڑ کر
امت یہ ہوگی پھر یہاں برتر یقین کر

ابراہیم سجاد تیمی

طلب علم کے آداب

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

طلب علم دنیا کا سب سے معزز عمل ہے۔اس لئے کہ علم ہی وہ بیش بہا دولت ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے اور اس علم کی بدولت ہی انسان کے اندر شعور وآگہی پیدا ہوتی ہے۔علم انسانیت کی معراج ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی وحی میں ''اقراء'' کہہ کر تعلیم وتعلم کی اہمیت پر زور دیا۔علم ہی وہ دولت ہے جس کے حصول کے لئے جب انسان نکلتا ہے تو چرند و پرند حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں، طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور ایسے شخص کے ساتھ رب تعالیٰ کا خصوصی فضل واحسان ہوتا ہے۔

بلاشبہ کتاب وسنت کے ذخیرے میں علم کی بے شمار فضیلتیں وارد ہیں اور طلاب علم کی منقبت وستائش پر مبنی بے شمار قرآنی آیات اور احادیث وارد ہیں لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علمائے کرام نے کتاب وسنت کے ذخیرے سے طلب علم کے کچھ قیود وضوابط اور آداب واخلاق کشید کئے ہیں۔ ہر طالب علم پر ضروری ہے کہ ان آداب و اصول کا پاس ولحاظ رکھے تاکہ وہ علم کی برکت سے محظوظ ہو اور یہ علم اس کے لئے وبالِ جان نہ بن جائے۔آج کے اس مضمون میں ایسے ہی کچھ آداب کو قلمبند کرنے کی سعی کی گئی ہے،اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں برتنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

پہلا ادب: طالب علم اپنی نیت کو خالص کرے:

تمام اسلامی عبادات کا دارومدار نیتوں پر ہے۔طلب علم ایک عبادت ہے اور عبادت اخلاص کے بغیر قبول نہیں ہوتی ہے۔قرآن پاک میں ہے:''وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (سورہ البینۃ:5)یعنی انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین خالص رکھیں۔ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''انما الاعمال بالنیّات، وانما لکل امرء ما نوی، فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امراۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ'' یعنی تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کی وہ نیت کرے گا۔اگر کوئی شخص دنیا کے حصول کے لئے ہجرت کرے گا یا کسی خاتون سے شادی کے مقصد سے تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے مانی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہوگی۔

جب کسی سرزمین پر اسلامی شناخت کے ساتھ رہنا دوبھر ہوجائے اور اسلامی عبادات کی انجام دہی مشکل ہوجائے تو اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی سرزمین پر تشریف لے جانے کا نام ہجرت ہے جہاں ہم شرعی احکامات پر عمل کرسکیں۔یہ ایک عبادت ہے اور اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیعت کے تعلق سے وارد حدیث میں فرمایا ہے:''ان الھجرۃ تھدم ما کانت قبلھا''،یعنی ہجرت سے پہلے انسان جس قدر بھی گناہ کے کام کئے ہوں گے ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ساری کوتاہیوں پر عفو کا قلم پھیر دے گا۔لیکن نیت میں فتور کی وجہ سے یہ عمل بھی اکارت اور بےکار چلا جاتا ہے، لہٰذا ہر طالب علم کو چاہئے کہ حصولِ علم سے پہلے اپنی نیت کو خالص کرے۔

اگر کوئی طالب علم اپنی نیت خالص نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ طلب علم سے شہرت حاصل کرے، لوگ اسے علامہ فہامہ کہیں، مفتی، محدث جیسے خطابات سے نوازیں یا اس کے نام کے ساتھ بھاری بھرکم القاب استعمال کریں تو یقین جانئے کہ یہ علم انسان کے لئے وبالِ جان ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو قیامت کے دن سخت عذاب سے دوچار کرے گا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا، وہ ایک شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا اور اس سے اللہ کی نعمتوں کی پہچان کرائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کو پاکر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے سو تمہیں (دنیا میں) بہادر کہا گیا۔پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں گنوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کو پاکر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔اللہ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے سو تجھے ایسا (دنیا میں) کہا گیا۔پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔تیسرا وہ شخص ہوگا جسے اللہ نے

(دنیا میں) وسعتِ رزق سے نوازا ہوگا اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا ہوگا اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں گنوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا، اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کو پا کر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لیے کیا تا کہ تجھے سخی کہا جائے پس! تجھے (دنیا میں) ایسا کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔

ہر طالب علم کو اس حدیث پر غور کرنا چاہئے اور حصولِ علم کے تئیں اپنی نیتوں کو خالص کرنا چاہئے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلب علم سے ہمارا مقصد کیا ہو اور ہم کس چیز کی نیت کریں؟

اس کا جواب دیتے ہوئے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ایک طالب پر ضروری ہے کہ وہ طلب علم سے پہلے نیچے دی ہوئی چیزوں کی نیت کرے تا کہ وہ اپنے علم کی برکت سے شادکام ہو سکے، اس کا علم ثمر آور ہو اور وہ دنیا کو اپنے علم سے فیضیاب کر سکے:

☆ طالب علم سب سے پہلے یہ ارادہ رکھے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر سے جہالت کو دور کرے گا۔

☆ نیز طالب علم کا دوسرا مقصد علم حاصل کرنے کا یہ ہو کہ وہ دلائل و براہین کی بنیاد پر اللہ واحد کی عبادت کرے گا۔

☆ طالب علم یہ بھی نیت کرے کہ وہ طلب علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرے گا، اس لئے کہ حصولِ علم جہاد ہے۔

☆ طلب علم کا ایک مقصد یہ ہو کہ ہم اپنی اصلاح کرنے کے بعد اپنے اہل خانہ، سماج و معاشرہ اور پھر وطن و دنیا سے جہالت کو دور کریں گے۔ بدعات کا قلع قمع کریں گے اور اسلامی احکامات سے لوگوں کو روشناس کریں گے۔

☆ طلب علم کا ایک اہم مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم علم حاصل کرنے کے بعد دشمنان اسلام کے ذریعہ مذہب اسلام پر کی جانے والی ہرزہ سرائیوں کا دندان شکن جواب دیں گے۔

اگر ہم طلب علم کے ذریعہ مندرجہ بالا یا ان جیسے امور کا قصد کرتے ہیں تو پھر طلب علم کے تعلق سے وارد بشارتوں کے ہم مستحق ہیں لیکن اگر ہمارا مقصد دنیوی مال و منال، سیادت و قیادت، شہرت و ناموری یا ریا و نمود ہو تو پھر ایسی صورت میں اپنا جائزہ لینے کی سخت ضرورت ہے، اس لئے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَن تعلَّم علمًا مما يُبتغَى به وجهُ الله – عز وجل – لا يتعلَّمه الا ليصيبَ به عرَضًا من الدنيا لم يجد عَرف الجنة يوم القيامة'' یعنی جس نے ایسا علم صرف دنیاوی مقصد کے لئے حاصل کیا جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوش بو تک نہیں پائے گا۔

دوسرا ادب: طلب علم کی راہ میں سفر کرنا

ایک طالب علم حصول علم کے تئیں حد سے زیادہ حریص ہوتا ہے۔ وہ اپنے علاقے کے علمائے کرام سے تو علم حاصل کرتا ہی ہے لیکن اپنے شہر یا علاقہ سے باہر مدارس و جامعات میں جا کر بھی علم حاصل کرتا ہے بلکہ اگر کسی عالم دین کے بارے میں سنتا ہے تو وہاں جا کر اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتا ہے۔ جب ہم علمائے کرام کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ طلب علم کے لئے انہوں نے دور دراز کے اسفار کئے۔ چنانچہ صحابی رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ عبداللہ بن انیس انصاری اس حدیث کو بیان کرتے تھے، میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کسا اور ایک ماہ کا سفر طے کر کے ملک شام پہونچا۔ عبداللہ کے گھر پہونچ کر اطلاع کرائی کہ دروازہ پر جابر کھڑا ہے، قاصد نے باہر آ کر پوچھا: کیا آپ جابر بن عبداللہ ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، یہ سنتے ہی آپ فوراً دولت خانہ سے باہر آئے اور فرط شوق میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے، پھر میں نے اپنا مدعا بیان کیا، کہ مظالم کے سلسلہ میں ایک حدیث کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، میں اس حدیث کو براہ راست نہیں سن سکا ہوں لہذا مجھے وہ حدیث سنائیں میرے آنے کا واحد مقصد یہ ہی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''قیامت کے دن لوگ جمع ہونگے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اسکو دور و نزدیک کے سب لوگ سنیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیگا، میں ذرہ ذرہ کا حساب کرنے والا بادشاہ ہوں، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہیں جائیگا جب تک کسی دوزخی کا حساب اسکے ذمہ باقی ہے پہلے اسکا قصاص دے خواہ ایک تھپڑ ہی ہو''۔ (جامع بیان العلم لابن عبدالبر،۹۳ ضیاء النبی ۷/۱۸۰ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ للجزری،۳/۱۷۸)

ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے اتنا طویل سفر اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہمارے اسلاف کرام نے حصول علم کی راہ میں اسفار کئے ہیں، لہذا طلب علم کی راہ میں سفر کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے بلکہ جب بھی ہمیں اس کا موقع ہاتھ لگے، اس کے لئے کاوشیں کرنی چاہئے۔ آج ہمارے طلباء مختلف خطوں سے مدارس کا رخ کرتے ہیں اور علمائے کرام سے علم حاصل کرتے ہیں، بلاشبہ اس نے حصول علم کو بے حد آسان کر دیا ہے لیکن ہمیں ایک بات یہ ذہن نشیں رکھنا چاہئے کہ اگر کسی معتبر عالم دین کے تعلق سے خبر ملے کہ وہ فلاں شہر میں فلاں کتاب کا درس دیتا ہے تو اگر ممکن ہو تو سفر کر کے اس عالم سے مستفید ہونا چاہئے۔

تیسرا ادب: طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کرام کی تعظیم و توقیر کرے

اُستاد ایک چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کا سامان کرتا ہے، اُستاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے کو معطر کیے رہتا ہے، اُستاد ایک ایسا راہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گم راہیوں سے نکال کر راہ راست کی طرف راہنمائی و راہبری کرتا

ہے؛ کیونکہ استاد ہی نونہالان قوم کی تعلیم وتربیت کا ضامن ہوتا ہے، استاد ہی قوم کے نوجوانوں کو علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ کرتا اور اس قابل بناتا ہے کہ وہ آگے بڑھ سکے، اور زندگی کے میدان میں بہت کچھ کرسکے۔ ہمارے اساتذہ کرام ہمارے سب سے بڑے محسن ومخلص ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں تعلیم وتربیت سے آراستہ کرتے ہیں اور ہمیں زندگی جینے کا شعور وآگہی بخشتے ہیں۔ جب ہمارے اساتذہ کرام ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں تو پھر ہمیں معلوم ہے کہ شریعت اسلامیہ نے محسنین کے ساتھ کس طرح کا تعامل کرنے کا حکم دیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''۔۔۔۔۔۔**ومن اتی الیکم معروفا فکافئوہ، فان لم تجدوا فادعوا له، حتی تعلموا ان قد کافاتموہ**''یعنی اور جو شخص تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے تو تم اسے اس کا بدلہ دو، اور اگر تم بدلہ نہ دے سکو تو اس کے لیے دعا کرو یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے''۔

ایک مشہور مقولہ ہے: جس نے معالج کی عزت نہ کی وہ شفایابی سے محروم رہا اور جس نے استاد کی عزت نہ کی وہ علم سے محروم رہ گیا۔ چنانچہ استاد کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شاگرد اس کا ادب واحترام کریں۔ اس کے ساتھ عزت، عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آئیں۔ اس کا کہنا مانیں اور جو تعلیم وہ دے، اس پر عمل پیرا ہوں۔ استاد روحانی باپ ہوتا ہے اس کا حق اپنے شاگردوں پر اتنا ہی ہے جتنا ایک باپ کا اولاد پر۔ ماں باپ اگر اس کے دنیا میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں تو استاد اسے اچھی اور باعزت زندگی جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ اسے علم کے زیور سے آراستہ کرکے اس کی اخلاقی تربیت کرتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی۔ پھر آپ کی سواری کے لئے خچر لایا گیا تو ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رکاب تھام لی۔ اس پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عم رسول اللہ! آپ ہٹ جائیں۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ علمائے دین کی عزت اسی طرح کرنے کا حکم ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی مجلس درس بڑی باوقار ہوا کرتی تھی، تمام طلبہ ادب سے بیٹھتے۔ حتی کہ ہم لوگ اپنی کتابوں کا ورق بھی آہستہ الٹتے تاکہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز بلند نہ ہو۔

اساتذہ بھی بلاشبہ انسان ہوتے ہیں اور بسا اوقات وہ اپنے طلباء کی تربیت کے لئے غصہ کرتے ہیں یا بسا اوقات ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں تو اساتذہ کی سختیوں اور نرمی وگرمی کو برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔ ابن جماعہ کنانی کہتے ہیں کہ طالب عالم کو چاہئے کہ اس کے شیخ سے اگر سختی ہوتی ہے تو اس پر صبر کا مظاہرہ کرے اور اس کی وجہ سے اپنے شیخ سے طلب علم اور ان کے عقیدت واحترام میں کمی نہ کرے۔ نیز اگر استاد سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جو بظاہر حق اور درستگی کے خلاف دکھائے تو اس کی بہتر توضیح کرے اور شیخ جب ناراض ہوں تو معذرت کرلے اور معافی مانگ لے کیونکہ اس سے شیخ کے دل میں اس کے تئیں محبت بحال رہے گی اور یہ طالب علم کے حق میں مفید بھی ہے۔

موجودہ دور میں ہم اپنا حال دیکھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ہم شدید کوتاہی کے شکار ہیں۔ اگر اساتذہ کرام کسی طرح کی سختی کرتے ہیں تو ہم اسے برا سمجھ کر یا تو علم سے اپنا ناطہ توڑ لیتے ہیں یا پھر ہم ان اساتذہ کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں جو بسا اوقات سختی کا مظاہرہ کرتے ہیں، حالانکہ طالب علم کی شان ایسی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے مشائخ اور اساتذہ کی سختیوں کو خندہ پیشانیوں کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور حسن ظن رکھتا ہے کہ اساتذہ کرام کا غصہ بھی اس کی تربیت اور تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کرنے ہی کے لئے ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ سے کہا گیا کہ دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کے پاس حصول علم کے لئے تشریف لاتے ہیں لیکن آپ ان پر اس قدر ناراض ہوجاتے ہیں کہ وہ آپ کے پاس سے جانے کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔ اس پر سفیان بن عیینہؒ نے جواباً عرض کیا: وہ تم جیسے بیوقوف ہوں گے اگر وہ اپنے فائدے کی چیز کو میری بدخلقی (ناراضگی وسختی) کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔

اسی طرح سے ایک طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کے سامنے ادب سے بیٹھے، اس کی بات کو غور سے سنے، اپنے استاد کو بہتر نام سے پکارے، استاد سے پہلے کسی مسئلے کی توضیح نہ کرے اور نہ کسی بات کا جواب دے، اساتذہ کی باتوں کے درمیان نہ بولے اور ان کے سامنے عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرے۔

چوتھا ادب: درس سے متعلق آداب کی رعایت

علمائے کرام نے درس سے متعلق بھی کچھ باتیں بیان کی ہیں جن کی پاسداری ہر طالب علم پر ضروری ہے تاکہ وہ علم کی برکتوں سے مستفید ہوسکے اور اس کا علم مفید ہو۔

☆ انسان کو چاہئے کہ سب سے پہلے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت حاصل کرے یا کم سے کم اس قدر علم حاصل کرے کہ وہ فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کی انجام دہی کرسکے، کیونکہ یہ مصادر شریعت ہیں اور سبھی علوم وفنون کا سرچشمہ بھی ہیں۔

☆ انسان کا علم جب تک پختہ نہ ہو یا علم میں بالیدگی نہ آئے، اس وقت تک علمائے کرام کے مابین مختلف فیہ مسائل کو پڑھنے سے بچنا چاہئے کیونکہ اس سے اشتباہ کا خدشہ ہوتا ہے کہ مبتدی حیران وبھونچکا ہوکر یا تو حصول علم سے دوری بنالے گا یا پھر وہ خلط مبحث کا شکار ہوجائے گا اور مرجوح کو راجح یا راجح کو مرجوح قرار دے دے گا۔

☆ طالب علم کو چاہئے کہ وہ جو کچھ پڑھے، اسے یاد کرنے سے پہلے اس کی تصحیح کرلے یا تو اپنے استاد کی مدد سے یا کسی دوسرے اہل علم کی مدد سے۔ تصحیح سے پہلے یاد نہ کرے کیونکہ ممکن ہے اس صورت میں ایسی چیزیں یاد کرلے جو غلط ہوں۔

☆ طالب علم کو چاہئے کہ وہ دروس میں مفید چیزوں کو قلمبند کرتا رہے کیونکہ اہل علم کا شیوہ رہا ہے کہ وہ علم کو لکھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا شعر ہے:

العلم صيد و الكتابة قيده
قيد صيودك بالحبال الواثقة
فمن الحماقة أن تصيد غزالة
وتتركها بين الخلائق طالقة

ترجمہ:علم شکار ہے اور کتابت (لکھنا) اسے باندھنے کے مترادف ہے۔اپنے شکار کو مضبوط رسی سے باندھ دو۔

اس لئے کہ یہ بیوقوفی کی بات ہوگی کہ آپ کوئی ہرن شکار کریں اور اسے لوگوں کے درمیان آزاد چھوڑ دیں۔

☆ درس سے متعلق اشکالات کی بابت سوال کرنے میں شرم وحیاء محسوس نہ کرے کیونکہ شرم وحیاء طلب علم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔اگر آپ کلاس میں یا کسی مجلس میں صرف اس وجہ سے اپنے اشکالات کے بارے میں اپنے استاد سے نہیں پوچھتے ہیں کہ آپ کے ساتھی کیا سوچیں گے کہ اسے اتنی معمولی بات نہیں آتی یا اس کے سوچنے کا انداز غلط ہے تو یقین جانئے کہ وہ اشکال پوری زندگی آپ کو پریشان کرتا رہے گا اور اس کا حل آپ نہیں ڈھونڈھ پائیں گے۔اس تعلق سے مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ کا قول بہت ہی معروف ہے جو انہوں نے حبر الامۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تعلق سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: آپ نے یہ علم کیسے حاصل کیا؟ جواباً انہوں نے کہا:''بلسان سوول و قلب عقول''یعنی بکثرت سوال کرنے والی زبان اور باتوں کو سمجھنے والے دل کے ذریعہ۔(فضائل الصحابۃ للامام احمد ۲/۹۷۰)

پانچواں ادب: طالب علم اپنی ذات کے تعلق سے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھے:

☆ طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ اسلامی احکامات کی پابندی کرے، عبادات کی انجام دہی کرے اور برائیوں سے دوری بنائے۔اس لئے کہ علم روشنی ہے اور برائی تاریکی ہے اور دونوں کا یکجا ہونا محال ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جب سوء حفظ اور کمزور یادداشت کا شکوہ کیا تو ان کے استاد وکیع بن جراح بن ملیح رواسیؒ نے بہت ہی عمدہ انداز میں جواب دیتے ہوئے برائیوں اور گناہوں سے دور رہنے کی تاکید کی۔

شَكَوتُ الى وَكيعٍ سوءَ حِفظي
فَأَرشَدَني إِلى تَركِ المَعاصي
وَأَخبَرَني بِأَنَّ العِلمَ نور
وَنورُ اللَهِ لا يهدى لِعاصي

میں نے وکیع سے کمزور یادداشت کا شکوہ کیا تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑنے کی تاکید کی اور کہا کہ علم روشنی ہے اور اللہ کی روشنی کسی گنہگار شخص کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

☆ انسان طلب علم کے لئے موزوں اوقات کو غنیمت جانے: انسانی زندگی کا ابتدائی مرحلہ طلب علم کے لئے سب سے موزوں ہے۔اگر کوئی شخص اس وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھتا ہے اور اس میں علم حاصل کرتا ہے تو اس وقت انسان جو کچھ سیکھتا ہے وہ دیرپا ہوتی ہے اور بچپن کا علم پتھر پر نقش جیسا ہوتا ہے جیسا کہ عربی کا مشہور مقولہ ہے:''العلم فی الصغر کالنقش علی الحجر''یعنی بچپن میں علم حاصل کرنا پتھر پر نقش جیسا ہے۔واضح ہو کہ یہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بھی مروی ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے لیکن اس کی سند میں مروان بن سالم شامی نامی ایک راوی ہیں جنہیں امام بخاری، مسلم اور ابو حاتم رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے لہذا اسے مرفوع کہنا تو درست نہیں ہے لیکن اس کا مفہوم بہرحال درست ہے کہ انسان بچپن میں جو کچھ سیکھتا ہے، وہ علم دیرپا ہوتا ہے اور اسے کبھی نہیں بھولتا ہے۔

اسی طرح صبح کا وقت طلب علم کے لئے سب سے زیادہ موزوں وقت ہے۔ طالب علم کو چاہئے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھے اور اس وقت کو سونے کے بجائے طلب علم میں گزارے کیونکہ اس وقت کے لئے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اور ظاہری بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب الدعوات ہیں، بنابریں اگر ہم صبح کے وقت پڑھائی کریں گے تو ہماری پڑھائی میں برکت ہوگی اور ہم اس علم کو اپنے سینوں میں محفوظ کر پائیں گے۔صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللهم بارك لامتي في بكورها'' یعنی اے اللہ میری امت کی صبح میں برکت عطا فرما۔اللہ کے رسول کا معمول تھا کہ آپ جب کسی فوجی ٹکڑی یا لشکر کو بھیجتے تو دن کے پہلے پہر میں بھیجا کرتے تھے۔صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر انسان تھے۔جب آپ کسی کو تجارت کے مقصد سے بھیجتے تو دن کے پہلے حصے میں بھیجا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ مالدار ہوگئے اور آپ کے مال میں بے تحاشہ اضافہ ہوا۔(سنن ابوداود 2606،سنن ترمذی 1212،صحیح ابن حبان 4754،مسند احمد 15595،مسند طیالسی 1246،سنن بیہقی 18237،شیخ البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ انسان کو چاہئے کہ وہ طلب علم کی راہ میں محنت وجانفشانی کا مظاہرہ کرے اور آرام وآسائش کا خوگر نہ بنے۔

حصول علم کی راہ بہت کٹھن ہے۔اس راہ میں انسان کو آرام وآسائش چھوڑنا پڑتا ہے۔اگر کوئی شخص آرام پسندی کا خوگر ہو تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا ہے۔یحیی بن ابی کثیر کا قول بہت معروف ہے:''لایستطاع طلب العلم براحة الجسم''یعنی جسم کو آرام دے کر علم نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے۔(الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی 859)

ابراہیم بن سیار نظام کا کہنا ہے: "العلم : شيء لايعطيك بعضه حتى تعطيه كلك ، وأنت أذا أعطيته كلك ، من أعطائه البعض على خطر''یعنی علم ایسی نعمت بیش بہا ہے کہ اس کے پیچھے اگر اپنا وجود لگا دیں گے تو کچھ علم آپ کو حاصل ہوجائے گا۔اگر آپ اپنا کچھ حصہ علم کو دیں گے تو اندیشہ ہے کہ آپ کو تھوڑا بھی علم کا حصہ حاصل نہ ہو۔(الفقیہ والمتفقہ للبغدادی 858)

اس کائنات میں علم سے بیش بہا کوئی نعمت نہیں ہے۔آدم علیہ السلام کو اسی دولت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا کی۔ جب علم اتنی عظیم نعمت ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے حصول میں چنداں کوتاہی نہ کریں بلکہ اپنا خون جگر جلا کر علم کی قندیلوں کو روشن کرنے کی کوشش کریں تا کہ آنے والے کل میں ہم اپنے علم و کردار سے دنیا کو روشن کرسکیں۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بقدرِ القدِّ تکتسبُ المعالی
ومن طلب العلا سھر اللیالی
ومن رام العلا من غیر کد
أضاع العمر فی طلب المحال
تروم العز ثم تنام لیلاً
یغوص البحر من طلب اللآلی

یعنی محنتوں کے بقدر ہی بلندیوں کو حاصل کیا جاتا ہے اور جو بلندیوں کا طالب ہوتا ہے وہ شب بیداری کرتا ہے۔جو بغیر محنت کے بلندی کا قصد کرتا ہے وہ محال چیز کے حصول میں اپنی عمر گنوا بیٹھتا ہے۔تم عزت چاہتے ہو اور رات میں سوتے ہو جبکہ موتیوں کا خواہاں غوطہ خور سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے۔

☆فتوی بازی میں عجلت سے گریز:علم نافع تواضع اور خاکساری کا داعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ متواضع رہے۔کبر و غرور کو اپنے پاس جگہ نہ پانے دے۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس سلسلے میں عجلت کا مظاہرہ کرنے سے پیشتر بڑے علمائے کرام کی طرف احالہ کرے اور بلا وجہ فتویٰ بازی میں سبقت سے گریز کرے۔امام مالک بن انسؒ امام دارالہجرہ کا فتویٰ کے تعلق سے احتیاط ہمارے لئے نمونہ ہے کہ اسلاف کرام کس طرح سے اس مسئلے میں احتیاط برتا کرتے تھے۔نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا ہے:''**من أفتِيَ بغير علمٍ كان اثمه على مَن أفتاه، ومَن أشار على أخيه بأمرٍ يعلم أن الرشد في غيره، فقد خانه**''یعنی جس نے بنا جانکاری فتوی دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے انسان پر ہوگا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی ایسی چیز کا مشورہ دیا جس کے بارے میں اسے معلوم تھا کہ اس کے حق میں اس کے سوا دوسرا امر بہتر ہے تو گویا اس نے خیانت کی۔(سنن ابوداود 3657،شیخ البانیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

یہ رہے طلب علم کے مختصر آداب جنہیں ہر طالب علم کو برتنا ضروری ہے۔یہ سبھی آداب آپ نے دیکھا طالب علم کے لئے زیور کی مانند ہے جو اس کی تربیت کا بھی کام کریں گے اور بہتر تعلیم کے حصول میں معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔اگر کوئی طالب علم حصول علم کی راہ میں سرگرداں ہے لیکن وہ ان آداب کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا ہے تو یقین جانئے کہ وہ گرچہ طلبہ علم کے درمیان رہتا ہے،ان کے لباس میں ملبوس ہے لیکن حقیقت میں وہ طالب علم نہیں ہوسکتا ہے بلکہ وہ اپنا وقت ایسے امر کے حصول میں ضائع کر رہا ہے جو اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ ☆☆

تاریخ رد قادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

اسلام اور تعلیمِ نسواں

محمد محب اللہ محمد سیف الدین ندوی
سپول، بہار

دین اسلام نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا، اوراس کی اہمیت وفضیلت کوواضح کیا ،حصول علم کوایک مہتم بالشان عمل قرار دیا، اور علماء کو(چاہے مرد ہو یا عورت) تشریف وتکریم کی نظر سے دیکھا، اوراس میں مرد وعورت کی تفریق وتخصیص نہیں کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یَرفَعِ اللّٰہُ الَّذِینَ اٰمَنُوا مِنکُم وَالَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیرٌ‘‘(سورہ المجادلۃ:۱۱)

اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کردے گا، جوتم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے جوتم کرتے ہو باخبر ہے۔

اِقرَأ بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ (سورۃ العلق:۱)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

وَقُل رَّبِّ زِدنِی عِلمًا (سورۃ طہ:۱۱۴)

اور کہو کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا العِلمِ قَآئِمًا بِالقِسطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ العَزِیزُ الحَکِیمُ (سورۃ آل عمران:۱۸)

اللہ تعالیٰ ،فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،

محترم قارئین: اسلام کا خوانِ کرم صرف مردوں ہی کیلئے نہیں اترا، جنس لطیف بھی اسمیں برابر کی حصہ دار ہے، اسلام نے جسطرح ہر میدان میں عورتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے اور انھیں احترام کی نظر سے دیکھا ہے، اسی طرح تعلیم کے میدان میں بھی ان پر غیر معمولی توجہ دی ہے، معاشرہ میں عورت کے کردار کی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے اس کی تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیا ہے، مشہور حدیث " طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم " کا حکم مرد وعورت دونوں کیلئے ہے اس پر علماء کا اجماع ہے، خاص طور پر عورتوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں،

عن أبی بردة عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة لهم أجران رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه و آمن بمحمد صلى الله عليه وسلم والعبد المملوک اذا أدى حق الله وحق مواليه ورجل كانت عنده أمة يطأ بها فأدبها فأحسن تاديبها وعلمها فأحسن تعليمها ثم أعتقها فتزوجها فله أجران (رواه البخارى فى كتاب العلم رقم الحديث:۹۷)

(حضرت ابو بردہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، دوسرے وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی، اور تیسرے وہ شخص جسکے پاس ایک لونڈی ہو وہ اس سے صحبت کرتا ہو پھر اسکو اچھی طرح ادب سکھایا اور اچھی طرح تعلیم دے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا،)

حدثنا سليمان بن حرب ، قال حدثنا شعبة ، عن أيوب ،قال سمعت عطاء قال سمعت ابن عباس قال أشهد على النبى صلى الله عليه وسلم أو قال عطاء أشهد على ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فظن أنه لم يسمع فوعظهن وأمرهن بالصدقة فجعلت المرأة تلقى القرط والخاتم وبلال يأخذ فى طرف ثوبه(رواه البخارى رقم الحديث:۹۸)

(سلیمان بن حرب شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایوب نے کہا میں نے عطاء سے سنا ہے، عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں، یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ پر گواہی دیتا ہوں (راوی کو شک ہے)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مردوں کی صف سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوا کہ عورتوں تک میری آواز نہیں پہنچی ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان کو خیرات کرنے کا حکم دیا، کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی ، کوئی انگوٹھی، اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کے کونے میں (یہ خیرات) لینا شروع کی،)

عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه قالت النساء للنبى صلى الله عليه وسلم غلبنا عليک الرجال فاجعل لنا يوما من نفسک

فوعدهن يوما لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن فكان فيما قال لهن ما منكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها الا كان لها حجابا من النار فقالت امرأة واثنتين فقال واثنتين (رواہ البخاری فی کتاب العلم رقم الحدیث۱۰۱)

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مرد آپ کے پاس آنے میں ہم پر غالب ہوئے تو آپ اپنی طرف سے (خاص) ہمارے لئے ایک دن مقرر کردیجئے، آپ نے ان سے ایک دن ملنے کا وعدہ فرمایا، اس دن ان کو نصیحت کی اور شرع کے حکم بتلایا ان باتوں میں جو آپ نے فرمائیں یہ بھی تھا کہ تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے تو (آخرت میں) اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے، ایک عورت نے عرض کیا اگر دو بھیجے، آپ نے فرمایا اور دو بھی،)

قرآن کریم نے اپنے احکام وارشادات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی خطاب کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے مطالبے پر ان کی تعلیم کیلئے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا تھا، جمعہ اور جماعت میں شرکت کی انھیں اجازت دی (مسجدوں میں خواتین کے جانے سے روکنے سے منع فرمایا) عیدالفطر وعیدالاضحیٰ میں ان کی حاضری کو ضروری قرار دیا، ان نصوص شرعیہ کے انداز بیان اور احکام سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام عورتوں کو کسی بھی موقع پر نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ہر موقعہ پر ان کی بہتری کے لیے ضروری احکام صادر کرتا ہے، قرآن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ بھی بتایا ہیکہ آپ اَن پڑھ لوگوں کو قرآن سنانے اور انھیں کتاب وسنت کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث فرمائے گئے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کا دائرہ صرف مردوں تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں عورتیں بھی شامل تھیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد عورتوں سے عقد جائز قرار دیا تھا علمائے اسلام نے اس تعدد کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ امہات المومنین کے ذریعہ مسلم عورتوں کو دینی احکام کی تعلیم کا موقع فراہم ہوا، اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی عورتوں نے بھی خوب خوب استفادہ کیا، (دیکھئے تفصیل کیلئے، خاتونِ اسلام صفحہ نمبر 57، مجلّہ صوت الحق مارچ اپریل 2001)

محترم قارئین: اسلام ہی واحد دین ہے جس نے عورتوں کو اسکے تمام حقوق دیئے، ورنہ اس کے ساتھ جو ناروا سلوک کئے جاتے تھے اسکے ذکر سے آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں اسلام نے انہیں ان کے سارے حقوق میں سے ایک عظیم حق تعلیم وتربیت کا دیا ہے، اور اس کو لکھنے پڑھنے، اور تعلیم وتربیت دینے پر ابھارا ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے، چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے،.........ورجل كانت عنده أمة فأدبها فأحسن تأديبها وعلمها فأحسن تعليمها ثم أعتق فتزوج بها فله أجران (رواه البخاری، فی کتاب العلم) جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے، اس نے اس کی تعلیم وتربیت تہذیب واصلاح اخلاق میں ایک خاص کوشش کی پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا، تو اللہ تعالیٰ اسے دہرا اجر دے گا، بہرکیف عورتوں کی تعلیم ایک ضروری ولابدی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر آپ نصوص شرعیہ کا استقراء واستقصاء کریں گے، سیر وتاریخ کا نظر امعان سے مطالعہ کریں گے تو آپ کے لئے واضح ہوجائے گا کہ قرونِ اولیٰ میں تعلیم وتربیت کو کتنی اہمیت دی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہے کہ، **نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين، (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الحياء في العلم)** انصار کی عورتیں بھی بہت خوب تھیں دین کی تفقہ حاصل کرنے میں شرم وحیاء ان کیلئے رکاوٹ نہیں بنتی تھی، حضرت ام سلمہؓ کے متعلق منقول ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ بیعت تحت الشجرۃ (بیعتِ رضوان، یعنی صلح حدیبیہ کے موقع سے جو بیعت لی گئی تھی، ایک درخت کے نیچے) میں شریک ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں داخل ہوگا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فوراً عرض کیا کہ قرآن مجید نے تو کہا ہے، وان منكم الا واردها، (تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس میں (دوزخ) میں نہ داخل ہو، اس دلیل کو سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کی تشریح ایک دوسری آیت قرآنی سے کی (منقول از تعمیر حیات اگست 2009 صفحہ نمبر 12)

کیا آج بھی عورتوں کی تعلیم اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے سوالات کریں اور علماء امت سے جوابات لیں، اگر نہیں ہوتی تو کیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا جارہا ہے، اگر سچ پوچھو تو مسلمانوں کی پستی کا قوی تر سبب عورتوں کی ناخواندگی ہے، اگلے ایسی عورتوں کی گود میں پرورش پاتے تھے جو حقیقت میں علوم وفنون کا سبق دیتی تھیں، تمسک بالقرآن والسنہ کی روح پھونکتی تھیں، عصر نبوت سے لیکر کئی صدیوں تک اس کا رواج رہا کہ عورتیں مستقل درس دیتی تھیں لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کرنے پر فخر کرتے تھے، امام ابوداؤد سجستانی جنکی سنن کتب ستہ میں داخل ہے فن حدیث میں ایک عورت کے بھی خوشہ چیں تھے، علامہ سیوطیؒ کی سرفہرست اساتذہ میں بہت سی صاحبِ کمال عورتیں نظر آتی ہیں، حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اسماء بنت عمیس سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، بعض عورتوں نے خطبات ولکچر میں اتنی مہارت بہم پہونچائی تھی کہ ان کو خاص لقب دئے جاتے تھے، اسماء بنت سکن کو عام طور سے "خطیبہ انصار"

کا خطاب ملا تھا، تسیہ بنت کعب سے صحابہ اور علماء تابعین غسل میت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، کریمہ المروزیہ علم حدیث کی اتنی ماہر خاتون تھی کہ ان کے شاگردوں میں خطیب بغدادیؒ اور حمیدیؒ جیسے فن امام شامل ہیں، اسی طرح فن شاعری، طب وجراحت، وتجارت میں بھی خواتین کو عبور حاصل تھا۔

معزز قارئین! معاشرے کی تعمیر میں عورتوں کا کلیدی رول ہوتا ہے، خواتین معاشرے کا نصف حصہ ہیں اور باقی نصف حصے کی پیدائش و پرورش کی ذمہ دار بھی، اگر عورت تعلیم یافتہ ہو، اسلامی احکامات کا اسے علم ہو، توحید کو جانتی ہو شرک کی قباحت کو اوراس کے چور دروازے کو سمجھتی ہو تو پورا معاشرہ اسلامی ہوگا، اسی طرح اگر خواتین، اسلام کے صحیح عقائد واعمال سے آراستہ ہو تو وہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں سماج کی تعمیر وترقی فلاح و بہبود کے پروگرام میں اہم رول ادا کرے گی، اس دعوی کی تصدیق میں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

مشہور صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رمیصاء رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، ان کے شوہر کفر پر ہی تھے، ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو توحید اور اسلام سکھانے لگیں، باپ نے کہا بچے کو خراب نہ کرو، جواب دیا میں اس کی اصلاح کر رہی ہوں، بالآخر ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ بعد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم ایسے آدمی ہو جس کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جاتا، لیکن میرے لئے مشرک سے نکاح کرنا جائز نہیں، اور تم غور نہیں کرتے کہ تم ایک پتھر کو پوجتے ہو جو نہ نفع پہونچاتا ہے اور نہ نقصان، یا پھر لکڑی کو جسے بڑھئی تراشتا خراشتا ہے، اگر تم اس میں آگ لگاؤ تو وہ جل جائے گا، کیا وہ تمہیں نقصان یا نفع پہونچا سکتا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم اگر ایمان لے آؤ تو یہی میرا مہر ہوگا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ لوٹے تو ام سلیم کی بات دل میں گھر کر گئی تھی، چنانچہ دوبارہ آئے اور اسلام قبول کرلیا، یہی ان کا مہر تھا، ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بہتر کسی عورت کا مہر نہیں سنا، (یہ روایت نسائی، مسند احمد، طبقات ابن سعد وغیرہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے (دیکھئے سیرۃ علام النبلاء ۲/۵۰۳، ۲۰۳، بتحقیق شعیب ال؟ رنؤوط)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مؤمنہ نے کسطرح دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیا، اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے معقول رشتے کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک وہ کفر پر تھے، اس لئے کہ مؤمنہ کیلئے کافر سے ازدواجی تعلق استوار کرنا حرام ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ خواتین اسلام کو تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے، انھیں لکھنا پڑھنا سکھایا جائے، اور تعلیمی مجال میں ان پر خطیر رقم خرچ کئے جائیں، ان کی تعلیم وتربیت وتہذیب کے لئے علیحدہ انتظام کیا جائے، کیونکہ ماں کی گود ایک یونیورسٹی ہے، اسی یونیورسٹی سے قوم ومعاشرہ کے عروج وزوال کا فیصلہ ہوتا ہے، جب تک ہماری سوسائٹی وسماج کی مائیں تعلیم سے بے بہرہ ہوں گی، تب تک ان کی گود میں پلنے والی نسل کا مستقبل سیاہ رہے گا، نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا "تم مجھے ایک تعلیم یافتہ ماں دو میں تمہیں ایک تعلیم یافتہ قوم دوں گا"۔ مختصر یہ کہ عورت انسانی وجود اور اسے سنوارنے میں اہم فریضہ انجام دیتی ہے۔

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

جمادی الأخری ۱۴۴۳ھ کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۳/ جنوری ۲۰۲۲ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/ جمادی الأولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۳/ جنوری ۲۰۲۲ء بروز سوموار بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ جمادی الأخری کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے مگر کسی بھی صوبہ سے رؤیت ہلال کی مصدقہ ومستند خبر موصول نہ ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ کل مورخہ ۴/ جنوری ۲۰۲۲ء، بروز منگل، جمادی الأولی ۱۴۴۳ھ کی ۳۰/ ویں تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

اردو ادب پر وہابی تحریک کے اثرات

ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہابی تحریک نہ صرف یہ کہ ایک اصلاحی واحیائی تحریک تھی بلکہ وہ ایک ادبی تحریک بھی تھی۔ اس نے اردو ادب پر غیر معمولی اثر ڈالا اور اس کے دامن کو نوع بنوع گلہائے رنگ سے بھر دیا۔ وہابی مجاہدین نے گوکہ نظم سے زیادہ نثر کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا، اسے خوب پروان چڑھایا اور نئے آفاق سے اسے روشناس کرایا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے دنیائے نظم کو بھی متاثر کیا اور سادہ وسلیس نظمیں کس طرح کہی جاسکتی ہیں اس کی مثالیں بھی پیش کیں۔ شاہ محمد اسماعیل شہید کی یہ نعت کس قدر تصنع سے عاری اور سادگی وپرکاری کے زیور سے آراستہ ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نبی البرایا رسول کریم
نبوت کے دریا کا در یتیم
حبیب خدا سید المرسلین
شفیع الوری ہادی راہ دیں
محمد ہے نام اس کا احمد لقب
بیاں ہوسکے منقبت اس کی کب
زباں اس کی ہے ترجمان قدم
ہوا باغ دیں جس سے رشک ارم
الٰہی ہزاروں درود و سلام
تو بھیج اس پہ اور اس کی امت پہ عام (۱)

مولانا حالی کی مسدس اور حفیظ جالندھری کی شاہنامہ اسلام میں یہ رنگ وجمال جابجا نظر آتا ہے۔

لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا کہ وہابی تحریک کا اصل کارنامہ اردو نثر کو نثر بنانا ہے۔ انہوں نے اردو نثر کو معیاری نثر بنانے اور اسے تصنع سے پاک کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور سے تقویت الایمان اردو نثر میں اضافے کا سبب اس وقت بنی جب اردو نثر میں قصے کہانی کی روایت قائم تھی۔ استدلالی یا سائنسی نثر یا علمی نثر کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب نے نثر میں منطقی واستدلالی انداز پیدا کیا اور نہایت سائنٹفک اسلوب میں اسلامی افکار ومسائل کی توضیح وتشریح کی بنا ڈالی، تذکیر الاخوان کی یہ عبارت اس کی زندہ مثال ہے:

’’تعجب کی بات ہے کہ جب عورت مر جاوے تو مرد دوسری عورت سے نکاح کر لے اور مطعون نہ ہو اور اگر عورت بے شوہر رہ جاوے تو دوسرا شوہر کرنے سے مطعون ہو اور طرفہ یہ کہ کنواری لڑکی کے نکاح میں دیر ہونا معیوب سمجھیں اور جوان عورت کا بیوہ رہنا قباحت نہ جانیں حالانکہ جو قباحت اس میں ہے وہی قباحت بلکہ اس سے زیادہ اس میں ہے، سبحان اللہ مینہ سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہونا، ایسے ہی عقلمندوں کا کام ہے‘‘۔(۲)

اسی طرح تحریک کے روح رواں شاہ ولی اللہ کے تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ کر کے اردو میں قرآن مجید کے ترجموں کے لیے راہ ہموار کی جس کے بعد قرآن پاک کے اردو ترجموں اور تفسیر کی ایک باقاعدہ روایت قائم ہوگئی۔ شاہ صاحب کے چوتھے بیٹے شاہ عبدالقادر نے قرآن پاک کا وضاحتی ترجمہ کیا جس میں عربی جملے کی ساخت کو اردو جملے کے لسانی مزاج کے مطابق ڈھالا گیا، شاہ عبدالقادر ہر لفظ کے لیے اردو نثر اردو لفظ اور اردو محاورہ لائے ہیں جن کا استعمال آج بھی بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ شاہ صاحب نے عام اردو الفاظ ومحاورہ کو ترجمہ میں استعمال کر کے انہیں نہ صرف زندگی دی بلکہ اردو زبان کو بھی نئی قوت سے آشنا کیا۔ یہی صورت حال ان کے تفسیری بیان میں بھی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔

’’یہاں اس اردو اسلوب کا اولین نقش واضح طور پر ابھرتا ہے جو آئندہ دور میں مذہبی تحریروں کا معیاری اسلوب بن جاتا ہے۔‘‘(۳)

بلاشبہ وہابی مصنفین نے اردو نثر کو سلیس اور آسان بنایا۔ تصنع وتکلف سے آزاد کیا، منطقی واستدلالی اسلوب اختیار کیا، روزمرہ کا استعمال بڑے پیمانے پر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے برجستگی بھی عطا کی۔ دوٹوک انداز میں مدعا کو پیش کرنے کا سلیقہ بخشا۔ تقویۃ الایمان کی یہ عبارت اپنے دامن میں کس قدر برجستگی لیے ہوئی ہے:

’’سنا چاہیے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی، جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں۔ اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے‘‘۔(۴)

اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ وہابی تحریک نے نہ صرف یہ کہ خود اردو نثر میں گرانقدر اضافہ کیا بلکہ وہ اپنے اصلاحی وتجدیدی افکار و خیالات کی وجہ سے اردو نثر میں اضافے کا سبب بھی بنی۔ کیوں کہ وہابیوں نے اپنے رسائل کے اندر جب معاشرے کی رسوم و رواج اور بدعات وشرکیہ اعمال پر بے لاگ تنقید کی تو اس کی تردید کے لیے بہت سارے اشخاص کھڑے ہوگئے اورانھوں نے وہابیوں کے رد میں بہت سارے رسائل وکتب اردو میں تحریر کئے جس سے اردو نثر میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

وہابی ادب نے اردو ادب پر کیا اثر ڈالا، اس سلسلے میں چند مشہور نقادوں کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں ڈاکٹر کلیم الدین احمد رقمطراز ہیں:

''یہ ضرور ہے کہ ان کتابوں اور رسالوں میں مضامین کا تنوع زیادہ نہیں ہے۔ ان کا مقصد محدود تھا۔ وہ ہمیشہ قرآن وحدیث اور خدا ورسول کی باتیں کرتے ہیں، توحید کی دعوت دیتے ہیں....غرض اس قسم کی تمام باتیں ملتی ہیں، اکثر تکرار کی صورت بھی پیدا ہوجاتی ہے.....لیکن ایسا ناگزیر تھا ان کا مقصد تفریح نہ تھا روح کو راہ نجات دکھانا تھا اور اس مقصد میں وہ کامیاب بھی ہوئے تھے اور یہ مانتے ہوئے بھی کہ ان میں تفریح طبع کا سامان نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ بے رنگ، پھیکے، بدمزہ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک خلوص کارفرما ہے۔ ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے اور یہ بہت سی خامیوں کی پردہ پوشی کردیتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اسلوب میں آب وتاب نہیں ہے۔ جلا نہیں ہے، شیرینی نہیں ہے تنوع نہیں ہے۔ رنگینی نہیں ہے اور شگفتگی وشادابی بھی نہیں ہے....لیکن ان سب کمزوریوں کے باوجود یہ نثر ایسی بھی نہیں کہ اس ہم درخور اعتنا نہ سمجھیں۔ لکھنے کا ڈھنگ صاف ہے، سپاٹ نہیں۔ رنگین نہیں لیکن بے رنگ اور بدنما بھی نہیں، صفائی کے ساتھ زور بھی ہے جو خوداعتمادی کا نتیجہ ہے، خلوص کا نتیجہ ہے، جو وہ کہتے ہیں وہ صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ قصداً سیدھی سادی زبان استعمال کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ عالم تھے اس لئے عربی اور فارسی کے الفاظ سامنے آہی جاتے ہیں لیکن وہ علمیت کی نمائش نہیں کرتے، جملے کبھی کبھی لمبے، پیچیدہ گنجلک ہوجاتے ہیں لیکن مطلب کو سمجھنے میں کبھی دشواری نہیں ہوتی۔ الفاظ کی ترکیب بھی کبھی کبھار بے ترتیب اور بے ڈھنگی ہوتی ہے، یہ خرابی اس زمانے میں عام تھی لیکن ان سب کوتاہیوں کے باوجود ماننا پڑے گا کہ اردو نثر کو نثر بنانے میں ان کتابوں اور رسالوں کا بہت بڑا حصہ ہے یہاں نثر سے نثر کا ہی کام لیا گیا ہے اور ایسا ڈھانچہ تیار کیا گیا ہے جس کو آگے چل کر بوقلموں شکلوں میں پیش کیا جاسکے اور یہی اس نثر کی اہمیت ہے''۔(۵)

اورخواجہ احمد فاروقی کی گرانقدر آراء ملاحظہ ہو:

''اس وہابی لٹریچر میں چنداں ادبی محاسن نہیں، تاہم اردو نثر کی تاریخ میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہوسکتا، وہابی مصنفین اور اہل قلم نے اردو نثر کے پرتکلف اسلوب کو بالکل بدل دیا.... چنانچہ وہابی نثر نہایت صاف سادہ اور زیور تکلف سے معرا ہے۔ اس کے لکھنے والے عوام کو خطاب کرنے اور عمومی ابلاغ کی ضرورت کے قائل تھے۔ ان کا خطاب عوام سے براہ راست اور حقائق نفس الامر ہی پرمبنی ہوتا تھا۔ ان تحریروں کی ایک ایسے تنہا درخت سے مثال دی جاسکتی ہے جو پتوں سے محروم ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی تحریریں اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوئیں اور ڈھاکہ سے لیکر پشاور تک اور پٹنہ سے پونا تک ان کی آواز عوام تک پہنچ گئی۔ ان کی تصانیف سے طباعت واشاعت کے کام کو بھی مدد ملی اور ان کے رسالے بار بار چھاپے گئے جو اس زمانے کے محدود ذرائع رسل ورسائل کو دیکھتے ہوئے ایک غیر معمولی بات تھی۔ تقویۃ الایمان بیسیوں مرتبہ شائع ہوئی ہے اور یہ شرف اردو کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔

ہمارے عام ادبی مورخوں نے وہابی ادب پر بہت کم توجہ کی ہے لیکن سچ پوچھئے تو وہابیوں کی عسکری شکست کے باوجود ان کا اسلوب تحریر خاصا مقبول رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کی سرحدیں مستقبل سے مل گئی ہیں۔ یہ خیال کہ عوام تک پہنچانے کے لئے سادہ اور آسان طرز کی ابتداء سرسید احمد خاں نے کی۔ تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں۔ وہابی ادب کو موجودہ اردو نثر کے ارتقاء میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو دلی کالج کی نثر اور سرسید احمد خاں کی تصانیف معرض وجود میں نہ آتیں۔ میں یہ بھی عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ سادہ وآسان نثر انگریزوں کی دین نہیں ہے جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی ابتداء بھی وہابی مصنفین کی بدولت ہوچکی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ کتابیں نیم مذہبی یا نیم سیاسی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کے تحت لکھی گئیں ہیں۔ لیکن وہ عوام کے فائدے کے لئے صاف اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اس لیے ان سے اردو کو تقویت پہنچی۔ اور اس طرح جدید نثر کے لئے زمین ہموار ہوگئی۔''(۶)

مراجع ومصادر

۱۔ شاہ اسماعیل شہید، ص۹۰

۲۔ تذکیرالاخوان، ص۲۲۷

۳۔ تاریخ ادب اردو جلد دوم حصہ دوم، ص۲۸۱

۴۔ تقویۃ الایمان، ص۳

۵۔ اپنی تلاش میں، ص۱۵۶۔۱۹۷

۶۔ اردو میں وہابی ادب، ص۳۷۔۳۹

☆☆☆

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرماکر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کراکے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292